مجلسِ عاملہ
بانی • سیّد محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ
سرپرست
• پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد • علامہ سید شاہ تراب الحق قادری
صدر • سیّد وجاہت رسول قادری
نائب صدر
پروفیسر ڈاکٹر عبدالباری صدیقی
جنرل سیکریٹری
پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
جوائنٹ سیکریٹری
پروفیسر دلاور خاں
فنانس سیکریٹری
منظور حسین جیلانی
سیکریٹری اطلاعات و مطبوعات
حاجی عبداللطیف قادری
اراکین
سیّد ریاست رسول قادری
محمد حنیف رضوی
ناظم اعلیٰ اسلام آباد شاخ
کے۔ ایم۔ زاھد
نگران سفیر
مجاھد رفیق نقشبندی
ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) پاکستان
25-Japan Mansion, Raza Chowk (Regal), Saddar, Karachi-74200,
Phone No. +92-21-2725150, Fax No. +92-21-2732369
E-Mail: imamahmadraza@gmail.com
Website: www.imamahmadraza.net

باسمہٖ تعالیٰ

سخن ہائے گفتنی

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

طریقِ احمدِ مرسل پہ مجھ کو استقامت دے
مرے سینے میں یارب حکمتِ قرآں عطا فرما

دورِ جدید کے سائنسی علوم کے کتنے اصول وضوابط قرآن وحدیث سے مطابقت رکھتے ہیں اور کتنے اس کے خلاف ہیں، ان کی تفصیل سمجھنے کے لئے امام احمد رضا خاں قادری محدثِ بریلوی قدس سرہ العزیز کے اردو، فارسی اور عربی میں لکھے گئے ۲۵۰ سے زیادہ مقالات اور تصانیف کا بغور مطالعہ ضروری ہے جو انہوں نے جدید علوم سے متعلق قلمبند کئے ہیں۔ افسوس کہ امام احمد رضا کے ایسے مقالات ابھی کنزِ مخفی ہیں جن کو کھولنے کی اور اشاعت کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ الحمد للہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا پچھلے ۲۷ سالوں سے ان رسائل کی اشاعت کی کوششوں میں مصروفِ عمل ہے۔ اس سلسلہ میں ادارہ نے اپنی اشاعت کا سلسلہ امام احمد رضا کے رسالہ ''حاشیہ لوگارثم'' سے شروع کیا تھا جو ۱۹۸۰ء میں ادارہ کی جانب سے طبع ہوا۔ اس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین ۱۹۸۷ء میں شائع کیا۔ یہ رسالہ اردو زبان میں حرکتِ زمین کے رد میں لکھا گیا ہے۔ اس میں باقاعدہ علمِ ہیئت کے قوانین کے ذریعہ زمین کا سکون اور آسمان کی گردش بتائی گئی ہے۔

۲۔ Economical Guideline for Muslims

ادارہ نے ۱۹۸۸ء میں امام احمد رضا کے معاشی نکات پر مشتمل رسالہ ''تدبیر فلاح ونجات واصلاح'' کا انگریزی ترجمہ شائع کیا جس کا تعلق سوشل سائنس کے فن معاشیات سے ہے۔

۳۔ The Revolving Sun and the Static Earth

ادارہ نے ۱۹۸۹ء میں ''معینِ مبین بہر دورِ شمس وسکونِ زمین'' کا انگریزی زبان میں ترجمہ شائع کیا جس کو نگار عرفانی چشتی صاحب نے Translate کیا تھا۔ اس کی افادیت کی خاطر اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

ادارہ نے ۱۹۹۶ء میں امام احمد رضا کے ۵ سائنسی رسائل شائع کئے جو فارسی زبان میں لکھے گئے تھے جن کا تعلق علم ہیئت، علم توقیت اور علمِ جغرافیہ سے ہے۔

۴۔ البدور فی اوج المجذ ور (فارسی) یہ رسالہ علم ارثماطیقی سے متعلق ہے۔

۵۔ رویت ہلال (فارسی) چاند کی چالوں کو فارمولے کے ذریعہ بتایا ہے کہ کب اور کس پوزیشن میں نیا چاند ۲۹ ویں کو نظر آسکتا ہے۔

۶۔ البرہان القویم علی العرض والتقویم (فارسی) اس کا تعلق علمِ ہیئت اور علمِ توقیت سے ہے۔

۷۔حاشیہ جامع الافکار(فارسی) سورج کے طلوع اور غروب سے متعلق۔

۸۔تاجِ توقیت (فارسی) مختلف علاقوں میں نماز کے اوقات نکالنے کا طریقہ فارمولوں کے ذریعہ بتایا ہے۔

۹۔الکشف شافیہ حکم فونو جرافیا

ادارہ نے عربی ترجمہ ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔اس رسالے میں امام احمد رضا نے (علمِ صوتیات)Sound Theory کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ آواز کی لہریں کس طرح کان میں پہنچتی ہیں اور کیونکر ہم کو سنائی دیتی ہیں اور کب اور کیوں دور تک آواز آتی ہے اور کب آواز ختم ہو جاتی ہے۔

۱۰۔علمِ معاشیات کے حوالے سے امام احمد رضا کا رسالہ "الکفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" بہت معروف ہے جو کرنسی نوٹ سے متعلق ہے اور بلاسود بینکاری کے لئے ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ادارہ کی اسلام آباد برانچ نے اس کا اردو ترجمہ ۲۰۰۰ء میں شائع کیا تھا۔

۱۱۔ "الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوہاء فلسفۃ المشئمۃ"

یہ رسالہ بھی فوزِ مبین در رد حرکت زمین کے تسلسل میں لکھا گیا تھا اور خاص موضوع اس کا جدید فلسفہ کا رد ہے۔اس میں اعلیٰ حضرت نے علمِ فلکیات، علمِ نجوم، ان کی حرکات سے متعلق تفصیل سے بحث کی ہے۔اس کو بھی اسلام آباد کی شاخ نے ۲۰۰۰ء میں شائع کیا تھا جس کا اہتمام جناب کے۔ایم۔زاہد نے کیا تھا۔

۱۲۔کشف العلۃ عن سمت القبلۃ

۲۰۰۵ء میں اس کو شائع کیا۔یہ رسالہ اردو زبان میں لکھا گیا ہے اور علمِ جغرافیہ کے حوالے سے انتہائی مفید ہے۔سمتِ قبلہ متعین کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت نے دس اصول بتائے ہیں۔

۱۳۔ معین مبین بہر دورِ شمس و سکونِ زمین کو دوبارہ شائع کرنے کے ساتھ اس میں ایک اور رسالہ

نزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین آسمان

بھی شامل کیا۔یہ بھی ردِ حرکت زمین سے متعلق ہے۔اس کو ادارہ نے ۲۰۰۵ء میں شائع کیا۔

۱۴۔ امام احمد رضا نے ایک انتہائی مدلل کتاب "فوزِ مبین در ردِ حرکتِ زمین" کے نام سے لکھی تھی جس میں ۱۰۵ دلائل سے زمین کی حرکت کا رد کیا۔اس کا انگریزی ترجمہ

"A Fair Success refuting Motion of Earth"

کے نام سے ۲۰۰۵ء میں شائع کیا تاکہ دورِ حاضر کا پڑھا لکھا طبقہ اس کا مطالعہ کر کے امام احمد رضا کے افکار سے آشنا ہو اور وہ پھر اسی سمت تحقیق کرے جو قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔

۱۵۔امام احمد رضا نے میڈیکل سائنس پر بھی بہت سارے مقالات عربی اور اردو میں تصنیف کئے ہیں۔اس میں ایک رسالہ موجودہ الٹراساؤنڈ تھیوری سے متعلق ہے جو امام احمد رضا نے ۱۰۰ سال قبل تحریر کیا۔آج الٹراساؤنڈ تھیوری من و عن امام احمد رضا کے مؤقف کی تائید کرتی ہے۔یہ رسالہ

''الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام''

کے نام سے ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ ادارہ نے "Embryology" کے نام سے شائع کیا ہے جو کہ مولانا خورشید احمد سعیدی صاحب (اسلام آباد) کی کاوش ہے۔

۱۶۔ امام احمد رضا کے میڈیکل رسائل کی روشنی میں ڈاکٹر محمد مالک صاحب نے کئی مقالات لکھے ہیں جن کو ادارہ نے

"Scientific Work of Imam Ahmad Raza"

کے نام سے ۲۰۰۵ء میں شائع کیا ہے۔

قارئین کرام! آپ نے ایک جھلک ملاحظہ کی کہ امام احمد رضا جہاں ایک عظیم مجتہد، فقیہ، مفسر اور محدث ہیں اور دین اسلام کے مجدد ہیں، وہیں امام احمد رضا دنیاوی علوم کے بھی اتنے ہی ماہر ہیں اور عظیم سائنسدان بھی ہیں۔ ادارہ کی اب تمام تر کوشش یہ ہے کہ امام احمد رضا کے اس پہلو کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کیا جائے۔ ہم نے پچھلے ۲۷ سالوں میں امام احمد رضا کے ۲۵۰ سے زیادہ سائنسی رسائل میں سے صرف چند رسائل شائع کئے ہیں اور کوشش کی کہ اہلِ علم تک ان رسائل کو پہنچائیں لیکن ابھی تک اہلِ علم کی طرف سے بہت زیادہ Responce نہیں ملا۔ اس کی دو وجوہات ہیں:

۱۔ اردو، فارسی اور پھر عربی، تینوں زبانوں سے ہمارے دور کے جدید اسکالرز بہت کم ذوق رکھتے ہیں کیونکہ ہمارے ملک میں تمام سائنسی تعلیم انگریزی زبان میں دی جارہی ہے۔ یہ رسائل جو اردو زبان میں تحریر شدہ ہیں، پروفیسر حضرات اسے سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں کیوں کہ ان رسائل میں تمام سائنسی اصطلاحات عربی یا فارسی زبان میں ہیں اسی لئے یان رسائل کو سمجھنا اگر ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ہے۔

۲۔ دوسری طرف جب ہم اس کا انگریزی ترجمہ کرواتے ہیں تو مترجم چونکہ ان علوم سے واقف نہیں ہوتا اس لئے وہ اس علم کے مطابق ٹیکنیکل اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کرپاتا جس کے باعث اس علم کا ماہر جب ترجمہ پڑھتا ہے تو وہ امام احمد رضا کے مؤقف کو صحیح طور پر سمجھ نہیں پاتا کہ وہ اس کام کو مزید آگے بڑھا سکیں۔

ہم نے اس سلسلہ میں جامعۃ الازہر کے اسکالرز سے بھی رابطہ کیا ہوا ہے کہ اہلِ عرب کم از کم عربی رسائل کو سمجھ سکیں اور اس کو Edit کر کے دورِ حاضر کی اصطلاح کے ساتھ پیش کرسکیں۔

امام احمد رضا اپنے دور میں کسی بھی علم وفن کے حصول کے خلاف نہ تھے۔ وہ چاہتے یہ تھے کہ ایسے علوم حاصل کیا جائیں جو نافع ہوں اور اس علم کے حصول میں ہمارے مذہبی رجحانات تبدیل نہ ہوں کہ مسلمان قرآن وحدیث کے اصولوں کے خلاف مغرب کے اصولوں کو تسلیم کرلیں۔ ایسے قوانین یقیناً مسلمانوں کے عقیدہ کو کمزور کرسکتے ہیں اور ایک وقت آسکتا ہے کہ اس کا عقیدہ قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہوجائے اور وہ اس کو صحیح تسلیم کرلے۔ چنانچہ ایک واقعہ ان کی زندگی کا ملاحظہ کیجئے جب لاہور کالج کے ایک Math کے مسلمان پروفیسر حاکم علی نقشبندی (م۱۹۴۴ء) نے امام احمد رضا کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے امام احمد رضا کو آئن اسٹائن کے نظریہ حرکت زمین سے متعلق استفسار کیا کہ یہ حقیقت ہے، اس کو تسلیم کرلیں۔ اس سلسلہ

میں لکھے گئے خط کا استفسار ملاحظہ کیجئے:

''غریب نواز کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر ان شاء اللہ سائنس کو اور سائنسدانوں کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے۔''

امام احمد رضا نے ان کے اس سوال کے جواب میں رسالہ لکھا ''نزول آیاتِ فرقان بسکونِ زمین و آسمان''۔ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے جو مسلمان سائنسدانوں کے لئے قابلِ توجہ ہے۔ آپ رقمطراز ہیں:

''محبّ فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونصوص میں تاویلات و دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔ یوں تو (معاذ اللہ) اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ (یعنی سائنس) مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے (سائنس کو) خلاف ہے سب میں مسئلے اسلامی کو روشن کیا جائے، دلائل سائنس کو (جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوں) مردود و پامال (یعنی رد) کردیا جائے، جا بجا سائنس کے اقوال سے اسلامی مسئلے کا اثبات ہو، سائنس (کے قرآن و حدیث کے منافی اصولوں) کا ابطال وامکان ہو، یوں قابو میں آئے گی (سائنس) اور یہ آپ جیسے فہیم سائنسدان کو باذنہٖ تعالیٰ دشوار نہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ قدیم، جلد: ۹، ص: ۱۹۰، مطبوعہ کراچی)

قارئین کرام! ہم مسلمان اپنا علمی مقام دوبارہ اسی وقت حاصل کرسکتے ہیں جب ہم دورِ حاضر کی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا محدثِ بریلوی کی شکل میں ایک عظیم سائنسدان دیا تھا جو آج خود موجود نہیں مگر اس کی یادیں اس کے کام اور خاص کر اس کے سائنسی افکار کتابوں کی صورت میں موجود ہیں۔ کاش ہم ان افکار کو جدید تقاضوں کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرسکیں تو ہر علم میں آپ کی شخصیت نوبل انعام کی مستحق نظر آئے گی کہ جس طرح پروفیسر ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے اپنی ایک ملاقات میں اپنے لاینحل مسئلہ کا فوری جواب پانے کے بعد کہا تھا کہ نوبل پرائز کے صحیح حقدار مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں۔

قارئین کرام! ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا ۲۴ گھنٹے اسی مہم میں مصروف عمل ہے کہ امام احمد رضا کی تعلیمات زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچیں۔ اس سلسلہ میں ہم تمام تر ذرائع بروئے کار لا رہے ہیں۔ پچھلے سال ۲۰۰۶ء میں ہم نے کیا جدوجہد کی، اس کا مختصر جائزہ ملاحظہ کیجئے:

انٹرنیٹ: دورِ حاضر میں انسان اللہ کی صفت ''کن فیکون'' کی جھلکیوں کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ کمپیوٹر ٹیکنالوجی اس کا ایک عملی ثبوت ہے۔ ایک بٹن دبایئے، ایک ضخیم کتاب کھل کر سامنے آجائے گی۔ دوسرا بٹن دبایا، پلک جھپکنے سے پہلے وہ غائب ہوجائے گی اور بظاہر اس کا وجود کمپیوٹر کے اندر بھی نہیں۔ اب کمپیوٹر میں، انٹرنیٹ کی بدولت آپ دنیا جہان کا علم آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں، اس لئے ادارہ نے اپنی ویب سائٹ کو مزید بہتر بنایا ہے۔

۱۔ ماہنامہ معارفِ رضا کو آپ یونی۔کوڈ ٹیکنالوجی کے ذریعہ انٹرنیٹ پر ملاحظہ کرسکتے ہیں ساتھ ۲۰۰۶ء کا تمام ریکارڈ ویب سائٹ پر

آپ۔لوڈ کردیا گیا ہے، اسی طرح کئی اور کتابیں بھی۔

۲۔ الحمدللہ ہم نے امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن کنز الایمان بھی ایک طالبہ عفیفہ اعظم کی محنت اور کاوش کے باعث اپنی ویب سائٹ www.kanzuliman.com پر پیش کردیا ہے۔ اب آپ نہ صرف یہ کہ ترجمۂ قرآن پڑھ سکیں گے بلکہ اس میں تلاش (Search) کی سہولت بھی دستیاب ہوگی اور آپ اپنی مطلوبہ آیت یا سورت کو مختلف طریقوں سے تلاش کرسکتے ہیں۔

۳۔ ہم CDs اور DVDs میں بھی ادارہ کی کتب، سالانہ کانفرنس اور دیگر تقریبات کی ویڈیوز پیش کررہے ہیں تاکہ دنیا کے ہر کونے میں ادارہ کی Activities کو دیکھا جاسکے۔

غیر ملکی دورہ: گذشتہ سال جون، جولائی میں احقر نے ماریشس کا دورہ کیا جہاں ادارہ کے ایک انتہائی مخلص معاون حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی نے (م۲۰۰۲ء) ۴۰ سال مسلسل تعلیماتِ رضا کا ابلاغ کیا اور ادارہ کے تعاون سے اعلیٰ حضرت کی کئی کتب کا انگریزی زبان میں ترجمہ شائع کیا۔ آپ کی ۴۰ سالہ خدمات کا نتیجہ یہ رہا کہ ماریشس کے مسلمان امام احمد رضا کی تعلیمات کو حجت سمجھتے ہیں اور آپ کے فتوے کے بعد کسی اور فتوے پر عمل نہیں کرتے اور تمام مساجد میں مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام کی گونج سنائی دیتی ہے۔ احقر نے وہاں کے ٹی۔وی چینل کے لئے ۳۰ منٹ کا انٹرویو ریکارڈ کرایا جو تعلیماتِ رضا کے عنوان پر تھا۔ اس کو وہاں کے چینل نے کئی دفعہ نشر کیا۔ اس دورہ کی تفصیل ماہنامہ معارفِ رضا، جلد:۲۶، شمارہ:۱۰، ۱۰/اکتوبر ۲۰۰۶ء میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

پی۔ایچ۔ڈی کی اسناد: اس سال کے دوران ۳ اسکالرز نے جامعہ کراچی سے پی۔ایچ۔ڈی کی اسناد حاصل کیں جبکہ چوتھی سند کا حصول جامعہ پنجاب سے ممکن ہوا۔ اس کی تفصیل ملاحظہ کیجئے:

۱۔ مولانا ڈاکٹر منظور احمد سعیدی نے بعنوان ''مولانا احمد رضا کی خدمت علومِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ'' جامعہ کراچی سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی زیرِ نگرانی مقالہ پیش کرکے پی۔ایچ۔ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی۔

۲۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق مدنی، استاد جامعہ اردو نے اپنا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ بعنوان ''برصغیر کی سیاسی تحریکات میں فتاویٰ رضویہ کا حصہ'' جامعہ کراچی میں پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین نوری کے زیرِ نگرانی پیش کرکے پی۔ایچ۔ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی۔

۳۔ ڈاکٹر محمد حسن امام نے ''امام احمد رضا اور ان کے خلفاء کا تحریک پاکستان میں کردار'' کے عنوان پر جامعہ کراچی میں پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین نوری صاحب کی زیرِ نگرانی اپنا مقالہ پیش کیا اور سند حاصل کی۔

۴۔ علامہ ڈاکٹر اشفاق جلالی نے اپنا مقالہ جامعہ پنجاب میں پیش کیا۔ آپ کے نگران پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب تھے۔ آپ کے مقالہ کا عنوان تھا: **الزلال الانقی من بحر سبقت الاتقی (للشیخ احمد رضا خاں)**

ادارہ اس سال امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر ان تمام اسکالرز کو حسبِ روایت امام احمد رضا ریسرچ گولڈ میڈل ایوارڈ پیش کررہا ہے۔

علمائے عرب و عجم کو استقبالیہ: گذشتہ سال ۲۳ر دسمبر ۲۰۰۶ء کو

شہر کے فائیو اسٹار ہوٹل پرل کانٹی نینٹل میں علمائے عرب وعجم کو ایک استقبالیہ برکاتی فاؤنڈیشن انٹرنیشنل کے تعاون کے ساتھ دیا گیا۔ یہ علمائے کرام حاجی رفیق برکاتی پردیسی کے خدان کی ایک شادی کی تقریب میں مدعو کئے گئے تھے۔ اس لئے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو ایک استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا جس میں پاکستان کے تمام اکابر علمائے کرام کے علاوہ دیگر بلاد سے جنہوں نے شرکت کی، ان کے اسمائے مبارک ملاحظہ کریں:

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی، سجادہ نشین، سلسلۂ برکاتیہ قادریہ، مارہرہ شریف، انڈیا

۲۔ مولانا سید نجیب میاں برکاتی مارہروی، نائب سجادہ، سلسلہ برکاتیہ، مارہرہ شریف، انڈیا

۳۔ شیخ سید احمد ظفر گیلانی، سجادہ نشین، درگاہِ قادریہ، بغداد، عراق

۴۔ شیخ سید عبدالرحمٰن گیلانی، نائب سجادہ نشین، درگاہِ قادریہ، بغداد، عراق

۵۔ شیخ عیسیٰ المانع، سابق وزیر مذہبی امور، متحدہ عرب امارات، دبئی

۶۔ الدکتور شیخ ابراہیم اسمٰعیل قندیل، جامعۃ الازہر، قاہرہ، مصر

۷۔ الدکتور شیخ سعد، جامعۃ الازہر، قاہرہ، مصر

۸۔ الدکتور شیخ عماد سعید، دمشق، شام

۹۔ الشیخ احمد صادق، دمشق، شام

۱۰۔ ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری، بنگلہ دیش

اس موقع پر ادارہ کی جانب سے تمام مہمانوں کو ایک بریف کیس میں ادارہ کی عربی مطبوعات کا سیٹ تحفۃً پیش کیا گیا۔

عطیہ کتب برائے لائبریریز: اس سال ہم نے فتاویٰ رضویہ کا جدید سیٹ جو تیس مجلدات پر مشتمل ہے، اس سمیت ادارہ کی تمام مطبوعات کراچی کی کئی لائبریریز کو پیش کیں۔

۱۔ وفاقی اردو یونیورسٹی کے انچارج وائس چانسلر، پروفیسر ڈاکٹر سید کمال الدین صاحب کو ایک تقریب میں پیش کیں جس میں جامعہ وفاقی اردو کے پچاس سے زیادہ اساتذہ کرام نے بھی شرکت کی۔ ان کو علیحدہ کتابوں کے تحائف پیش کئے۔

ڈاکٹر سید کمال الدین نے اپنے صدارتی خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''ادارہ کی علمی خدمات قابلِ ستائش ہیں اور ادارہ معیاری کتب شائع کررہا ہے۔ یونیورسٹیز کے لئے قیمتی ضخیم کتب فی سبیل اللہ پیش کرنا قابلِ ستائش اور قابلِ تقلید ہے۔'' اس موقع پر وائس چانسلر صاحب کو امام احمد رضا کا ترجمۂ کنزالایمان بھی پیش کیا گیا۔

اس کے علاہ مندرجہ ذیل لائبریریز کو فتاویٰ رضویہ کی ۳۰ جلد کے ساتھ ساتھ ۸۰ سے زیادہ ادارہ کی مطبوعات عطیہ کے طور پر پیش کی گئیں:

۲۔ گرین وچ یونیورسٹی، کراچی

۳۔ گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، جامعہ ملیہ، کراچی

۴۔ ڈیفنس سینٹرل لائبریری، کراچی

۵۔ خالقدینا ہال لائبریری، کراچی

۶۔ لیاقت میموریل لائبریری، کراچی

۷۔ ریسرچ سینٹر، Qtv، کراچی

۸۔ جامعہ کراچی کی محمود حسین لائبریری کے علاوہ درج ذیل شعبہ جات

میں کتابیں دی گئیں:

شعبۂ فارسی، شعبۂ صحافت، عمومی تاریخ، شعبہ سندھی، شعبۂ سیاسیات، شعبۂ عمرانیات، شعبۂ اردو، شعبۂ اصولِ دین، شعبۂ قرآن وسنۃ، شعبۂ تاریخِ اسلام، شعبۂ عربی، علومِ اسلامیہ، شیخ زید اسلامک سینٹر

اسلامک انٹر نیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد میں امام احمد رضا کانفرنس:

اس سال ابتدائی مارچ ۲۰۰۷ء میں طلباء کی ایک تنظیم نے اسلامک انٹر نیشنل یونیورسٹی میں امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری، مولانا مشتاق احمد شاہ الازہری، حاجی حنیف طیب اور احقر مجید اللہ قادری نے شرکت کی۔ اسلامک انٹر نیشنل یونیورسٹی سے الحمد للہ اب تک ۲ اسکالرز امام احمد رضا پر ایم۔فل کی اسناد حاصل کر چکے ہیں اور کئی طلبہ نے اپنے Synopsis جمع کرا دیئے ہیں جو امید ہے کہ جلد منظور کر لئے جائیں گے۔ امام احمد رضا پر اب پاکستان کی تمام ہی جامعات میں ریسرچ ورک ہو رہا ہے کیونکہ اہلِ علم آپ کی تعلیمات سے بھرپور آگاہ ہو چکے ہیں۔ اس لئے اب اور مفکرانِ اسلام کی طرح امام احمد رضا پر بھی جامعات میں کانفرنسوں سیمپوزیم کا اہتمام کیا جانے لگا ہے۔ اس کانفرنس کے موقع پر ادارہ کی جانب سے ادارہ کی مطبوعات کی نمائش بھی کی گئی اور طلبہ کو کتابیں بھی تقسیم کی گئیں۔ ادارہ اس کامیاب کانفرنس پر طلبہ تنظیم کے تمام اراکین کو مبارکباد پیش کرتا ہے خاص کر چودھری عمر رفاعی کی کاوشوں کو سراہتا ہے اور امید کرتا ہے کہ دیگر جامعات کے طلبہ اس اقدام کی پیروی کرتے ہوئے امام احمد رضا کانفرنسوں کا انعقاد کریں گے۔

مطبوعات ۲۰۰۷ء: ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا اس سال مندرجہ ذیل کتب کی اشاعت کر رہا ہے، فہرست ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ معارفِ رضا، خصوصی شمارہ: ۲۷، اردو

۲۔ معارفِ رضا، عربی شمارہ، جلد: ۵

۳۔ معارفِ رضا، انگریزی شمارہ، جلد: ۵

۴۔ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۷ء

۵۔ امام احمد رضا کی انشاء پردازی کی خصوصیات۔ (پی۔ایچ۔ڈی مقالے سے چند ابواب کا انتخاب)
مصنف: مولانا ڈاکٹر غلام غوث قادری، بہار، انڈیا

۶۔ اردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی (پی۔ایچ۔ڈی کا مکمل مقالہ)

۷۔ امام احمد رضا اور علمائے کوٹلی لوہاراں
مصنف: پروفیسر مجیب احمد، جامعہ پنجاب

۸۔ اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ
از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

۹۔ تعارف ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا
از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

۱۰۔ ''امام احمد رضا کے تعلیمی نظریات''۔ نصاب کے حوالے سے کام کی رفتار کا جائزہ
جائزہ نگار: سلیم اللہ جندران، ریسرچ اسکالر، جامعہ پنجاب

۱۱۔ امام احمد رضا بریلوی کے حالات، افکار اور اصلاحی کارنامے
(سندھی زبان میں پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ)
از: پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالباری صدیقی

۱۲۔ Quran' Science and Imam Ahmad Raza
By: Prof. Dr. Majeed Ullah Qadri

قارئین کرام! کوئی بھی ادارہ مالی تعاون کے بغیر اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ الحمدللہ ادارہ کے تمام مالی معاونین نے کبھی بھی اپنے ناموں کو کہیں بھی نشاندہی کی اجازت نہیں دی مگر ہم تحدیثِ نعمت کے طور پر ان کے ناموں سے سب کو آگاہ کرتے ہیں تاکہ آپ ہماری کارکردگی کو دیکھ کر جو کہ مالی تعاون کے بغیر ممکن نہیں، ہمارے تمام معاونین کے لئے دل سے دعا فرمائیں کہ رب العزت ان کو ہمیشہ صحت و عافیت نصیب کرے اور ایمان و سلامتی نصیب کرے اور اس سے زیادہ دین کی خدمت کا جذبہ عطا فرمائے اور ان کے تمام مالی تعاون کو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول و مقبول فرمائے۔ ہم اپنے تمام معاونین کا بالخصوص الحاج رفیق احمد برکاتی، الحاج مجید پردیسی برکاتی، الحاج نثار احمد، جناب عقیل ڈھیڈی، جناب سہیل سہروردی اور وسیم سہروردی، الحاج حنیف جانو، الحاج حنیف کالیا، الحاج عبدالرزاق تابانی، ڈاکٹر سلطان صاحب اور تمام اشتہارات کے سلسلے کے معاونین کے انتہائی ممنون اور مشکور ہیں جنہوں نے ہر سال کی طرح اس سال بھی ادارہ کے ساتھ تعاون فرمایا۔

قارئین کرام! آپ سے خصوصی دعا کی درخواست ہے کہ ہمارے ایک معاونِ خاص الحاج ڈاکٹر محمد سلطان قریشی ان دنوں علیل ہیں اور امریکہ میں زیرِ علاج ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو مکمل صحت یابی عطا فرمائے اور ان کے سایہ کو ان کے گھر والوں پر دیر تک قائم و دائم رکھے۔ قارئین کرام سے مزید درخواست ہے کہ ادارہ کے تمام اراکین کو بالخصوص سرپرست اعلیٰ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، صدر ادارہ سید وجاہت رسول قادری صاحب، حاجی عبداللطیف قادری صاحب، سید ریاست رسول قادری صاحب اور پروفیسر دلاور خاں نوری کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام اراکین کے سائے کو صحت و عافیت کے ساتھ دیر تک سلامتی نصیب فرمائے اور آخری دم تک خدمتِ دین کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

ادارہ اپنے تمام دفتری عملہ کا بالخصوص ریاض احمد صدیقی، شاہنواز قادری، عمار ضیاء خاں قادری، مبشر خاں قادری، ندیم احمد قادری نورانی کا ممنون ہے جنہوں نے انتہائی اخلاص و محنت کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا جس کے باعث ادارہ کی بارہ سے زیادہ کتب کی اشاعت ممکن ہو سکی۔ ادارہ پریس سیکریٹری جناب محمد افضل حسین کی کاوشوں کا بھی ممنون ہے جس کے باعث پرنٹ میڈیا میں ادارہ کی کارکردگی کی خبریں برابر شائع ہوتی رہتی ہے۔ اس موقع پر ہم صابری پریس کے محترم خرم قادری صاحب کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے ہمارے ادارے کے تمام کتب کی اشاعت کو بروقت ممکن بنایا۔ وہ گذشتہ کئی سالوں سے انتہائی محبت اور اخلاص کے ساتھ ادارہ کی کتب اور ماہانہ معارفِ رضا کی اشاعت کا سلسلہ قائم رکھے ہوئے ہیں۔ ہم تمام اراکین، معاونین، مخلص، محبین کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

☆☆☆☆☆

فہرست

دم مرا صاحبِ لولاک کے در پر نکلا

تحدیث نعمت۔ احوال واقعی۔ احساساتِ قلبی۔ کلام الامام امام الکلام۔ کلام الملک ملک الکلام

از: مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

شعلہ عشق نبی سینہ سے باہر نکلا — عمر بھر منہ سے مرے وصف پیمبر نکلا
ساز گار ایسا بھلا کس کا مقدر نکلا — دم مرا صاحب لولاک کے در پر نکلا
اب تو ارمان ترا اے دل مضطر نکلا

ہے مرے زیر نگیں ملک سخن تا بہ ابد — مرے قبضہ میں ہیں اس خطہ کے چاروں سرحد
اپنے ہی ملک سے تعبیر ہے ملک سرمد — ہے تصرف میں مرے کشورِ نعت احمد
میں بھی کیا اپنے نصیبے کا سکندر نکلا

بن گئی میری زباں ماہیِ آبِ کوثر — نور کے بکے دہن سے مرے نکلے باہر
سایۂ رحمتِ باری نظر آیا سر پر — مغفرت صدقہ ہوئی میری زباں پر آکر
جس گھڑی لب سے مرے وصف پیمبر نکلا

ہم گئے قبرِ اویس قرنی پر کہ سنیں — عشق میں پھنستی ہیں کس دامِ بلا میں جانیں
قبرِ عاشق سے صدا آئی کہ کیا حال کہیں — کبھی زندہ کبھی مردہ ہوئے ہم الفت میں
شوقِ نظارہ مگر دل سے نہ باہر نکلا

کیوں نہ آنکھوں کو مری کانِ جواہر کہئے — اشک خونیں ہیں عقیقِ یمنی کے ٹکڑے
یا یہ ہیں عینِ گہر ریز کے دو فوارے — یادِ دندانِ محمد ﷺ میں مری آنکھوں سے
اشک بھی نکلا تو وہ صورتِ گوہر نکلا

تشنہ ہوں شربتِ دیدار پلا دیجئے مجھے — آئینہ طلعتِ انور کا بنا دیجئے مجھے
مردہ ہوں آپ مسیحا ہیں جلا دیجئے مجھے — وہ جمالِ رُخِ پُر نور دکھا دیجئے مجھے
دونوں عالم میں نہ جا کا کوئی ہمسر نکلا

صدقہ اس غالیۂ موپہ ہوں ہر حور کے بال　　کیا یہ خوشبو ہے کہ نافہ کو ہوا مشک وبال
عطر بیزی میں ہے یہ زلف معنبر کو کمال　　وصف گیسوئے نبی کا جو بندھا دل میں خیال
شعر جو نکلا دہن سے وہ معطر نکلا

رنگ آمیزیٔ الفت کا یہ فیضان ہوا　　عمر بھر سینہ مرگلشن فردوس رہا
واہ رے جوشِ اثر بعدِ فنا بھی نہ گیا　　رُخِ رنگین محمد ﷺ کو جو شیدائی تھا
میری تربت پہ بھی نخلِ گلِ احمر نکلا

مال دنیا تو کوئی چیز نہیں ہے سرمد　　آنکھ اٹھا کر نہ کبھی دیکھوں سوئے ملک ابد
سب یہ الفت کی بدولت ہے غنائے بے حد　　حبذا آفریں اے دولتِ عشقِ احمد
میں گدائی کے بھی پردہ میں سکندر نکلا

ہے رضا گرچہ سیہ کار سراپا قاسم　　نعت احمد ہے مگر اس کا وظیفہ قاسم
ایک مصرعہ بھی گر آقا کو خوش آیا قاسم　　حشر کے روز اُٹھے شور عجب کیا قاسم
قبر سے دیکھو وہ مدّاحِ پیمبر نکلا

نعتِ مُختارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم (فارسی)

(اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بریلوی کی نعت کی زمین میں)

محبُوب مَرا نیست سوائے شَہِ بَطحا — دارم زازل شَوق لقائے شَہِ بَطحا
جاہ وحَشِم شاہی عَطائے شَہِ بَطحا — ہر تاجورے است گدائے شَہِ بَطحا
دارد نہ حَدے جود و نوالِ شَہِ بَطحا — بے حَصر وحِساب است عَطائے شَہِ بَطحا
اِیں بزمِ گِل وآب بہ نَیرنگیِ وقُدرت — تخلیق خُدا کرد برائے شَہِ بَطحا
مِفتاحِ کنوز ونِعَم حق داد بہ دستش — انداخت خزائنِ رابہ پائے شَہِ بَطحا
کونَین بہ مِلکش مگر اُوداشت نہ رغبت — از عقل وَرا فقر و غنائے شَہِ بَطحا
بُنیادِ عقیدہ قَوی ازحُبِّ مُحمد ﷺ — اِیمان تواناز ولائے شَہِ بَطحا
ازبندِ غم و رنج اگر مَخلصی خواہی — کُن تذکرۂ رُوح فزائے شَہِ بَطحا
از چارہ گراں نیست مَراحاجتِ درماں — کافی ست بہ ہرذَرد، دوائے شَہِ بَطحا
ارزانی شَوَد مِثلِ بُصیری ، شَبے درخواب — اے کاش مَرا نیز رَدائے شَہِ بَطحا
وقف است کمالِ سُخن واَوجِ فَنِ مِن — باحمدِ خُدا ، بہرِ ثنائے شَہِ بَطحا
اِیں فخرِ ثنا موہبتِ رَبِّ نبی است — طارقؔ زازل نعت سرائے شَہِ بَطحا

"خُوگرِنعتِ عَبدُہٗ"
۱۴۲۷ھ

محمد عبدالقیوم طارقؔ سُلطانپوری

منقبت

بحضور امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ العزیز

از: صاحبزادہ ابوالحسن واحدؔ رضوی (اٹک)

اہلِ دیں کے پیشوا و مقتدا احمد رضا
گنجِ صدق و چشمۂ علم و ھدی احمد رضا
وہ مفسر، وہ محدث ، وہ فقیہِ نامور
وہ محقق، وہ مدقق، دلربا احمد رضا
اہل عرفان و محبت کے امام باصفا
کاروانِ نعت کے منزل نما احمد رضا
رونق و روح و روانِ محفلِ شعر و ادب
بوستانِ عشق کے نغمہ سرا احمد رضا
افتخار و عزّ و شانِ حلقۂ اربابِ ذوق
اعتبارِ مجلسِ اہلِ وِلا احمد رضا
ناز کرتی ہے فصاحت اور بلاغت آپ پر
طالبانِ علم و فن کے رہنما احمد رضا
گرچہ ہیں ناشاد تجھ سے دشمنانِ دیں مگر
تیرا شاکر ،ہر غلامِ مصطفیٰ احمد رضا!
نذر لایا ہے، ترے در پر عقیدت کے یہ پھول
واحدؔ رضوی ترا ادنیٰ گدا، احمد رضا!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

CHAIRMAN

Islamabad, the 20-02-2007

پیغام

مجھے یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی ہے کہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل پاکستان گذشتہ سالوں کیطرح اس سال بھی پاکستان کے مختلف شہروں میں ۲۷ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کر رہا ہے۔ جس میں ملک بھر کے نامور دانشور، ادیب اور دیگر اہل علم انکی ہمہ گیر شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے اور اپنے پر مغز تحقیقی مقالات پیش کرینگے ۔

امام احمد رضا خان محدث بریلوی کی ہمہ جہت شخصیت نے ایک بڑے نازک وقت میں مسلمانان برصغیر و مسلمانان عالم کو علمی و فکری راہنمائی مہیا کی تھی آپ کے افکار اور تعلیمات ہمارے لئے اور آنے والی نسلوں کیلئے سرچشمہ ہدایت و روشنی ہیں ہم سب کو ان سے پوری طرح مستفید ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجوزہ کانفرنس کو کامیاب بنائے اور اس ضمن میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی طرف سے کی جانے والی کوششوں کو قبول و منظور فرمائے ۔ آمین ۔

والسلام

آپ کا مخلص

(محمد میاں سومرو)

وائس چانسلر

وفاقی اردو یونیورسٹی

مورخہ ۱۹؍فروری ۲۰۰۷ء

پیغام

میرے لئے یہ امر باعث مسرت ہے کہ ادارہ تحقیقات حضرت امام احمد رضا (اعلیٰ حضرت) اس فکری شورش زدہ دور میں اسلام اور روحانیت کی تعلیمات اور فکری اثاث کے فروغ کے لئے بامقصد جدوجہد کر رہا ہے۔

حضرت امام رضا خان کا نام، شخصیت اور علمی و روحانی فیض برصغیر کے علاوہ دنیا کے دیگر گوشوں میں بھی عام ہے عالم اسلام کو آج ایسے دینی اور علمی اداروں کی بہت ضرورت ہے جو مسلمانوں کی دینی اور علمی ترقی کے لئے حسب مقدور جدوجہد جاری رکھ سکیں۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے بے شمار کتب تحریر فرمائیں جس میں ذات و کائنات اور دین و دنیا کے ہر موضوع پر ان کے عالمانہ ارشادات ان کے علم و فیض کے گواہ ہیں۔

میرے لئے یہ بات بھی باعث مسرت ہے کہ اردو یونیورسٹی کے اساتذہ ڈاکٹر محمد اسحاق مدنی اور ڈاکٹر حسن امام نے حضرت امام احمد رضا کی سیاسی فہم و فراست پر پی ایچ ڈی کر کے فکر رضا کی آبیاری کی ہے۔ میں ادارے کی ترقی کے لئے دعا گو ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ادارہ مذکورہ اس مقصد نیک کو مزید آگے بڑھانے میں میں کوئی کمی روا نہیں رکھے گا۔

پروفیسر ڈاکٹر سید کمال الدین

FEDERAL URDU UNIVERSITY OF ARTS, SCIENCES & TECHNOLOGY
Islamabad: G-7/1 Wapda House Islamabad. Ph : 051-9223610-2
Karachi: Gulshan-e-Iqbal, Karachi. Ph : 021-9243986

پیغام

امام احمد رضا خاں بریلویؒ برِصغیر پاک و ہند کے جید علماء میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ اُن کی شخصیت میں علم و فضل کے متنوع پہلو سمٹ آئے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ وہ مختلف علوم کے بیک وقت منتہی تھے۔

برِصغیر پاک و ہند میں کروڑوں انسان اُن کے افکار سے کسبِ علم و فیض کرتے ہیں۔ ہماری جنگِ آزادی میں بھی حضرت امام احمد رضا خاں کا ایک منفرد مقام ہے، انہوں نے برِصغیر کی مسلم قومیت کے علیحدہ تشخص کو اجاگر کرنے کے لئے بہت اہم خدمات انجام دیں۔

امام احمد رضا خاں بریلوی نہ صرف مفسرِ قرآن تھے بلکہ نبی کریم ﷺ کی سیرت، شیخین کی فضیلت اور اولیأ کرام سے متعلق اُن کی گراں قدر تصنیفات اور فنِ حدیث پر اُن کی متعدد کتابیں ہیں۔ علاوہ برایں فقہ سے متعلق امام احمد رضا خاں کی تصنیفات بہت بلند پایہ ہیں۔ وہ ریاضی، سائنس اور فلسفہ کے دور بین عالم بھی تھے۔ وہ صحیح معنوں میں نابغۂ روزگار تھے۔ علاوہ ازیں وہ فنِ لغت گوئی کے بھی سرخیل ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ بہ حیثیت لغت گو صف اول کے شاعر ہیں تو بجا ہوگا۔

دست بدعا ہوں کہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۷ء حضرت امام احمد رضا خاںؒ کے بارے میں نئی تحقیقات سامنے لائے تا کہ نئی نسل میں ان کے افکار کی روشنی دو چند ہو۔

میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کو مبارکباد دیتا ہوں کہ وہ ۲۷ سال سے امام موصوف کی شخصیت اور فکر کو اجاگر کرنے کے لئے اعلیٰ خدمات انجام دے رہی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر ایم۔ اقبال قریشی
وائس چانسلر، ہمدرد یونیورسٹی، کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

Prof. Dr. Bashir Ahmad
(Izaz-i-Fazeelat)
M.Sc.(Hons.) Pak., M.Sc. (U.S.A.), Ph.D. (Canada)

Vice Chancellor,

UNIVERSITY OF AGRICULTURE
FAISALABAD - 38040, PAKISTAN

Ph. Off. 041-9200200, 9200161-70 Ext. 2000 Fax: 041-9200764
Res.041-9200199, 9200161-70/2005, E-mail: vcuaf@yahoo.com

نمبر/وائس چانسلر/46/2007
تاریخ : 21 فروری 2007ء

پیغام برائے احمد رضا کانفرنس 2007ء

امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار برصغیر پاک و ہند کے اشہر المشاہیر علماء میں ہوتا ہے۔ آپ بیک وقت ایک مفسر، محدث، فقیہ، ناقد، محقق، مصنف اور نعت گو شاعر ہیں اور خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ اپنی ہر حیثیت میں وہ صرف نمایاں مقام ہی نہیں رکھتے بلکہ سر خیل نظر آتے ہیں۔ ان کی اہم انفرادیت ان کا عشق رسول ﷺ ہے جو ان کی ہر تحریر میں موج زن نظر آتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے ہاں تفسیر و حدیث، فقہ و کلام، تحقیق و تنقید، تعلیم و تصنیف اور شعر و شاعری کا اول و آخر مقصد محبت رسول ﷺ کی دعوت اور احترام رسول ﷺ کی حفاظت ہے۔ برصغیر کے مسلمان ایسی شخصیت پر بجا طور فخر کر سکتے ہیں۔

میں امام احمد رضا کانفرنس کے انعقاد پر ادارہ تحقیقاتِ احمد رضا کے جملہ کارکنوں کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

والسلام

بشیر احمد

(ڈاکٹر بشیر احمد)

ادارۂ تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب لاہور (پاکستان)

ڈاکٹر محمد سعید شاہد
ایسوسی ایٹ پروفیسر
ادارۂ تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب لاہور

تاریخ: ۵/مارچ ۲۰۰۷ء

پیغام

امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۷ء کے موقع پر میں ادارۂ تحقیقات کی انتظامیہ کو صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس موقع پر میں امام احمد رضا خان کے تمام محبین اور معزز قارئین کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کانفرنس کے مقاصد حقیقی اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ امام احمد رضا کی اسلامی فکر جو کہ حب مصطفےٰ ﷺ سے سرشار ہے اُسے ہر مسلمان اپنے قول و فعل سے بھی آشکار کرے۔ امام صاحب کی ایک ہزار کے لگ بھگ تصانیف کے موثر ثمرات تبھی ملتِ اسلامیہ کو میسر ہو سکیں گے کہ ہر آدمی جس مقام پر جس حالت میں بھی ہو خلوص نیت سے امام احمد رضا خان کی پیش کردہ اسلامی تعلیمات سے اپنے رویے اور کردار میں تبدیلی لائے۔ امام صاحب کی تعلیمات و تحقیقات کا واضح اثر ہمارے رویے میں مثبت تبدیلی کی صورت میں جھلکتا نظر آنا چاہیے۔

ملت اسلامیہ کی موجودہ زبوں حالی کا تعلق قول و فعل کے تضاد کا نتیجہ ہے ورنہ یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت سے سرشار لوگ پستی اور ذلت کا شکار ہوں۔ کیونکہ اللہ نے خود اپنی کتاب قرآن حکیم میں وعدہ فرمایا ہے:

وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ط

والسلام

ڈاکٹر محمد سعید شاہد
ایسوسی ایٹ پروفیسر
ادارۂ تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب لاہور

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم
صدر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ ہمدرد نئی دہلی

پیغام

عالم اسلام کی جن عبقری شخصیتوں نے اپنے علم وفضل، کردار وعمل اور فکر وفن کی بنیاد پر ملت اسلامیہ کی دکھتی ہوئی رگ پر انگلی رکھ کر مرض کی تشخیص کی اور دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر سکون بخشا ان میں حجۃ الاسلام امام غزالی،، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور دور آخر میں امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا نام نامی اسم گرامی قابل ذکر ہے۔

امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی چودھویں صدی ہجری کے ان نابغہ روزگار ہستیوں میں شمار کئے جاتے ہیں جنہیں خلاق کائنات کی جانب سے علوم ظاہری وباطنی کا وافر حصہ ملا تھا، عشق رسالت مآب ﷺ کے پیکر میں ڈھل کر ملت اسلامیہ کے مفاد میں جوانہوں نے علمی کارنامے انجام دیے وہ لائق ستائش بھی ہیں اور قابل تقلید بھی۔ عشق رسالت سے سرشاری کا اعتراف اپنوں اور بیگانوں سب نے یکساں طور پر کیا ہے۔ انہوں نے عشق رسول ہی کی روشنی میں اپنے خیالات سے قرطاس وقلم کو زینت بخشی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا قلم کہیں لغزش کا شکار نہ ہوا۔ جن معاندین نے ان کے ترجمہ قرآن اور حدائق بخشش کے بعض اشعار پر ناز یبا ریمارک لگائے ہیں وہ ان کی علمی کم مائیگی اور فکری بے بضاعتی کی بنیاد پر ہے۔ امام احمد رضا خود عاشق رسول تھے اور عشق رسالت سے سرشار جماعت کے نمائندے تھے اس لئے انہوں نے وارث نبی کا اہم فریضہ انجام دیتے ہوئے زبان وقلم کے ذریعہ بدعقیدگی کی اصلاح کی، عظمت رسالت سے بھرپور ترجمۂ قرآن کنز الایمان لکھا ،اور عشق ومحبت سے سرشار کوثر وتسنیم سے دھلے ہوئے نعتیہ اشعار قلم بند فرمائے دیوان حدائق بخشش کا ایک ایک شعر جس کی بیّن مثال ہے ۔ایک مسلمان کا چونکہ اپنے نبی ﷺ سے ایمان کا رشتہ ہوتا ہے اور ایمان کی بنیاد عشق نبی پر ہے اس لئے امام اہل سنت نے عشق نبی ہی کی بنیاد پر امت مسلمہ کی اصلاح وفلاح کے تعلق سے تجدیدی کارنامے انجام دیے۔ جو نام نہاد علماء اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ضلالت وگمراہی کا پرچار کر رہے تھے ان کی نہ صرف آپ نے نشاندھی کی بلکہ ان کے باطل نظریات کی بخیہ دری کر کے ملت اسلامیہ کے سامنے ننگا بھی کیا یہی وجہ ہے کہ ان نام نہاد علماء کے حوارئین نے ان کے ساتھ معاندانہ رویہ نہ صرف روا رکھا بلکہ انتقامی جذبہ نے انہیں اتنا اندھا کر دیا کہ وہ بہتان تراشی اور الزام طرازی پر اتر آئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تمام خلاف شرع باتیں جس کی اسلام میں سختی سے ممانعت کی گئی ہے ان کی طرف منسوب کرنے لگے اور نہ صرف نسبت کرنے لگے اس کا موجد بھی گردانتے لگے۔قبر پرستوں کا امام اور بدعتیوں کا پیشوا لکھا الغرض معاندین نے اطمینان قلب کے لئے نہ جانے کیسے کیسے گھناونے الفاظ کا سہارا لیا۔ سچ کہا ہے کسی نے کہ زمانہ کروٹ بدلتا ہے ان کے انتقال کو نصف صدی بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ زمانے نے کروٹ لی نفرت وعناد کی دبیز چادر ہٹنے لگی، حق آشکار ہونے لگا، بہتان تراشوں کی زبانیں گنگ ہوئیں ذہنیت میں نوعی فرق آیا جنہیں ان کا نام سننا گوارہ نہ تھا وہ انہیں بالواسطہ نہیں بلاواسطہ پڑھنے لگے۔ اس سلسلے میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی پاکستان کی کاوشوں کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ سچ ہے جس قدر ان کے تعلق سے معاندین کا مطالعہ بڑھے گا نفرت وعناد کے بادل چھٹیں گے اسی قدر امام احمد رضا خاں قادری کی شخصیت آسمان علم وفضل پر نیر تاباں بن کر نمودار ہوگی۔ اس آفتاب علم وفن سے اپنے تو اکتساب نور کر ہی رہے تھے بیگانوں کی آنکھیں بھی چکا چوند ہوئیں۔ حلقۂ معاندین میں سے کئی ایک نے مجھ سے ان کے تعلق سے کتابیں طلب کیں، مقالات میں حوالے دیے اپنی ریسرچ وتحقیق کا موضوع بنایا۔ اگر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی سرگرمیاں اسی طرح اہل علم کے درمیان پہنچتی رہیں تو وہ دن دور نہیں کہ ان کی شخصیت تمام ارباب فضل وکمال کے لئے یکساں طور پر مینارۂ نور بن جائے گی۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آباد باد۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم
صدر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ ہمدرد (ہمدرد یونیورسٹی) ہمدرد نگر، نئی دہلی 110062

Prof.Dr. Rifat Jamal
Head, Dept. of Urdu,
Banaras Hindu University, INDIA

Message

Respected Wajahat Saheb,

Thanks for your letter. I am glad to know that Idara -e - Tehqeeqat -e- Imam Ahmed Raza,Karanchi is going to organise the Twenty Seventh conference on Imam Ahmed Raza Khan ,the great genius and scholar of 1929th century in Asia.

I am sure that the delebrations in the Seminarwill promise a full fledged understandingof the different aspects of his personality.I hope that seminar will throw a new light on this great writer of arabic persian and urdu literature.
I extended my hearties greeting for the sucess of the forthcoming seminaat.

PROF Rifat Jamal
Dept of Urdu (M.M.V)
BHU VARANASI
221005

پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر
اعـــزاز فضیلت
صدارتی اعزاز برائے حسن کارکردگی

۲۷۲۔اے۔او
بلاک نمبر ۳۔ سٹیلائٹ ٹاؤن کوئٹہ
فون: ۲۴۴۲۲۸۹

تاریخ ۲۴ فروری ۲۰۰۷ء

پیغام

یہ جان کر دلی مسرت حاصل ہوئی کہ حسب سابق امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۷ء کے موقع پر ایک خوبصورت مجلہ بنام "مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۷ء" شائع ہو رہا ہے۔ یہ ان شاء اللہ وقیع اور بہترین تحقیقی مقالات پر مبنی ہوگا۔

آپ صاحبان نے بڑی تگ ودو سے "معارف رضا" کی اشاعت کو ایک توانا اور خوش کن روایت میں بدل دیا ہے۔ میں دل کی عمیق گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور مجلہ کی ترقی کے لیے دل وجان سے بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہوں۔

والسلام
مخلص
محمد انعام الحق کوثر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Prof. Dr. Muhammad Anwar Khan
CHAIRMAN
Department of Comparative Religion and Islamic Culture
University of Sindh, Jamshoro.

Phones { Off : 2771681-9 Ext : 2095 Res : 3869911
Bungalow No. 2, Nasim Society
Behind Mustafa Homes
Latifabad No. 9
Hyderabad Sindh Pakistan

Ref ....

Dated ....

بزرگوارم صاحبزادہ وجاہت رسول قادری صاحب

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا پاکستان (انٹرنیشنل) حسب سابق سالانہ انٹرنیشنل احمد رضا کانفرنس منعقد کر رہا ہے اور اس موقع کی مناسبت سے ایک مجلّہ شائع کیا جاتا ہے جو خوش آئند ہے۔ حضرت علامہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ عالم اسلام کی عظیم و جامع الصفات شخصیت تھے۔ آپ بیک وقت مصلح، مفسر، محدث، مفتی اور نعت گو شاعر و ادیب، ریاضی دان و سائنس دان تھے۔

امام موصوف کے تبحرِ علمی اور وسعتِ فکری کے سامنے بڑے سے بڑا عالم اپنی شکست تسلیم کر لیتا تھا۔ آپ نے شاعری کو برائے شاعری نہیں اپنایا بلکہ مسلک حقہ اور عشق رسول ﷺ کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ آپ نے اپنے کلام میں شعر و ادب کے وہ موتی بکھیرے ہیں جس کا جواب شاید دنیائے شاعری میں موجود نہیں ہے۔

امام صاحب کی نعتیں عشقِ رسول ﷺ سے مرقع اور قرآن وحدیث کے مضامین کی تفسیر ہوتی تھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدۂ توحید و رسالت اور فروغ عشق رسول ﷺ میں ایسی شاندار روایات کی داغ بیل ڈالی جو رہتی دنیا تک عاشقانِ رسول ﷺ کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اصلاحِ احوال کے حوالے سے حضرت کے نعتیہ کلام اور تعلیمات کے فروغ کے لئے مساعی کرنا ہمارے معاشرے کا تقاضہ ہے اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ آپ چودھویں صدی کے مجددِ اعظم تھے۔ ایسی نابغہ روزگار شخصیت کی حیات و تعلیمات کے احیاء لئے تقاریب کا انعقاد نہ صرف اہلِ علم کے لئے بلکہ عالمِ اسلام کے لئے رہبری و رہنمائی کا بہترین سبب ہوتا ہے۔

آج ملکی و بیرونی جامعات میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف جہتوں پر تحقیقی کام جاری ہے اور سندھ یونیورسٹی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے پاکستان میں سب سے پہلے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ پر تحقیقی مقالہ مکمل کرنے پر پی ایچ ڈی کی ڈگری ایوارڈ کی۔

میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی انتظامیہ اور خصوصاً صاحب زادہ وجاہت رسول قادری صاحب و پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ وہ اپنے حصولِ مقصد کے لئے سرگرداں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے مقصد میں کامیاب و کامران کرے۔ (آمین)

پروفیسر ڈاکٹر محمد انور خان

محمد رحمت اللہ صدیقی

مدیر اعلیٰ پیغام رضا ممبئی، انڈیا

عالمی پیمانے پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے افکار و نظریات کی اشاعت میں ادارۂ تحقیقات کو شاہ کلید کی حیثیت حاصل ہے۔ مخالفین اہل سنت نے امام احمد رضا کیخلاف جو منصوبہ بنایا تھا اور جو پروگرام ترتیب دیئے تھے، ادارۂ تحقیقات نے ان کے منصوبوں کو ہر طرح سے ناکام بنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فکر رضا میں اہل علم و فن کی دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے اور ان کے رویے میں تیزی کے ساتھ تبدیلی آ رہی ہے۔ برصغیر میں ادارۂ تحقیقات کی تقلید میں کچھ اور ادارے کھڑے ہو جاتے تو غلط فہمیوں کی ساری دیواریں کب کی منہدم ہو چکی ہوتیں۔ مسلمانوں میں فکری و مسلکی اتحاد کے ایک نئے دور کا آغاز ہو جاتا۔ اور اسلام مخالف عناصر کے عزائم خاک میں مل جاتے۔ پھر بھی ادراۂ تحقیقات کے پلیٹ فارم سے جو کام ہو رہا ہے اس نے بہت حد تک اس فریضے کو انجام دیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ ادارہ لائق صد ستائش ہے۔ ملت کے ہر فرد کو اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔

امام احمد رضا قدس سرہ تا حیات ملی اتحاد کے لیے کوشاں رہے ان کے نزدیک نقطۂ اتحاد عشق حبیب خدا ﷺ تھا۔ قرآن حکیم نے اس عشق کو ایمان بتایا ہے۔ جب یہ عشق کسی انسان کے دل میں صادق جذبوں کے ساتھ گھر کر جاتا ہے تو افلاک کی وسعتوں میں ٹہلنے لگتا ہے۔ کائنات کی ہر شئی اس کے اشارۂ ابرو کی منتظر ہوتی ہے اور اس کا ہر نقش چراغ ہدایت ہوتا ہے۔ ایسے ہی لوگ قومی و ملی تاریخ کی تقدیم لکھتے ہیں۔ اگر ابتدا ہی میں امام احمد رضا قدس سرہ کے پیغام رسول ﷺ سے دلوں کو روشن کر لیا جاتا تو اسلام مخالف طاقتوں کو ہماری طرف نگاہ اٹھانے کی جرات نہ ہوتی۔ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی راہیں آسان سے آسان تر ہو جاتیں۔ پھر بھی میں پُر امید ہوں، ادراۂ تحقیقات کی کوششیں ایک نہ ایک دن رنگ لائیں گی اور پورا برصغیر 'مصطفیٰ جان رحمت کے پُر کیف نغموں سے گونج اٹھے گا۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو درد کا مزا، نازِ دوا اٹھائے کیوں

محمد رحمت اللہ صدیقی

ڈاکٹر خواجہ اکرام

اسسٹنٹ پروفیسر
سنٹر آف انڈین لینگویجز، اسکول آف لینگویج، لٹریچر اینڈ کلچر اسٹڈیز
جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی، انڈیا

وہ قوم زندہ و جاوید اور سرفراز ہوتی ہے جو اپنے اسلاف کے کارنامے سے نہ صرف واقف ہوتی ہے بلکہ اس کو اپنے ماضی، حال اور مستقبل کے لیے ایک مشعل کے طور پر سنبھال کر رکھتی ہے اور اس سے بہرہ ور ہوتی رہتی ہیں۔ تہذیب انسانی کے ارتقا کی تاریخ کو دیکھیں یا انسانی اور تمدنی ارتقا کا جائزہ لیں، تاریخ شاہد ہے کہ وہ قومیں اور ملتیں اپنی شناخت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئیں جن کے پاس میراثِ اجداد و اسلاف موجود نہیں تھیں۔ اقوام عالم میں سب سے بڑا مسئلہ تہذیبی، معاشرتی اور مسلکی شناخت کا ہے بالخصوص ایسے دور میں جب صارفی کلچر اور عالم کاری کی ضربیں پیہم عقیدے، مسلک، قومیت کے لیے نہ صرف خطرہ بنی ہوئی ہیں بلکہ اب یہ تمام کے تمام براہِ راست ان کے شکنجے میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ تمدنی تاریخ کی ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ جب جب تہذیبی اعتبار سے انتشار اور بدامنی کا دور آیا ہے تب تب کسی مجتہد یا صوفی نے ان تاریکیوں سے قوم کو نکالنے کی کوشش کی ہے۔ عراق و شام کی وہ پُر فتن شہنشاہیت کا دور رہا ہو یا خلافت کے بدلتے تیور سے اہل ایمان کی پریشانی، ان تمام نازک اور سنگین مرحلوں سے انھوں نے ہی قوم کو روشنی عطا کی ہے۔ ہندستان کی سطح پہ دیکھیں تو جب تہذیبی تصادم اور یلغار کا دور آیا تو ایسے میں اس سرزمین کو تہذیبی انتشار اور دینی و مسلکی تخریب کاریوں سے نجات دلانے کے لیے بھی خدا نے ایک مجتہد عصر کو یہ ذمہ داری سونپی۔ خدا کی جانب سے ودیعت کردہ دینی علم اور عصری شعور کے ساتھ امام احمد رضا قدس سرہ نے نہ صرف اس پُر فتن دور میں علم کی شمع روشن کی بلکہ عقیدے اور ایمان کی بھی حفاظت فرمائی۔ ہر دور میں ایسے رہنما وقت کے تقاضے کے تحت قوم کی رہبری کرتے رہے ہیں۔ ہندستان میں اصلاحی تناظر میں دیکھیں تو ایک بڑی تعداد ہے راجہ رام موہن رائے سے لے کر سر سید احمد خان تک۔ مگر ان میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ انھوں نے محض تہذیبی سطح پہ کوششیں کیں۔ ان کی کوششیں ثمر آور اس لیے نہیں ہو سکیں کہ انھوں نے مادیت کو ترجیح دی اور نور ایمان (جسے ہندستانی صوفیا نے کئی ناموں سے موسوم کیا ہے)، اور ان کے پیروؤں نے اسے مزید گنجلک بنا دیا۔ ان میں سے ایک الجھا ہوا تصور تصوف کا بھی ہے۔ اس تصور نے حقیت کو پیش کرنے کے بجائے ان مسائل کو جگہ دی جو عوامی سطح پہ گمراہ کن تھے۔ نتیجتاً روایات کے انبار میں دب کر اس قوم نے توہمات اور دین فطرت سے دور رسوم و رواج کو اپنا نصب العین بنا لیا) لیکن امام احمد رضا کی سب سے بڑی دَین قوم و ملتِ اسلامیہ (اسلامیہ اس لیے کہ ان کی خدمات کا دائرہ محض ہند کی سرزمین تک محدود نہیں رہا بلکہ اس کے عالمگیر اثرات آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں) کے لیے یہ ہے کہ انھوں نے ان رسوم و رواج کو جو غیر ضروری طور پر اسلام کے ماننے والوں میں داخل ہو رہے تھے، انھیں اس کی جانب نہ صرف اشارہ کیا بلکہ تحریری، تقریری اور عملی طور پر اس کے انسداد کی کوششیں کیں۔ ان کی ان کوششوں کو لوگ معمولی بھی سمجھ سکتے ہیں مگر سچائی یہ ہے کہ اگر اس عہد میں یہ کوشش نہیں ہوئی ہوتی تو اس قوم (بالخصوص ہند و پاک کی) کو اپنی اصلاح کرنے اور صحیح راہ تلاش کرنے میں کئی صدیاں لگ جاتیں۔ اور مادیت کے اس دور میں دین و ایمان کی تفہیم جوئے شیر لانے کے مصداق ہوتیں۔

امام احمد رضا کی ان دینی اور ملی خدمات کو اب سراہنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ادارۂ تحقیقات کی کوششیں یقیناً قابل صد آفریں ہیں۔ کسی بھی کام کو شروع کرنا اور بات ہے اور اس کو تسلسل کے ساتھ کرتے رہنا اور بات ہے، ادارۂ تحقیقات کی خدمات اس حوالے سے انتہائی محترم اور منظم ہیں۔ میں جتنی بار بھی مبارکباد پیش کروں کم ہے۔ خدا اجر خیر سے اس ادارے کو نوازے۔

احقر اور عاشق رضا
خواجہ اکرام

مَرکَزِی جَمعِیَت عُلَماءِ پَاکِستَان

رابطہ آفس: مرکز بیت المصطفیٰ، R-102/16 گلستان مصطفیٰ، فیڈرل بی ایریا کراچی فون نمبر: 6319102

تاریخ:________ حوالہ:________

پیغام عالمی امام احمد رضا کانفرنس ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء

مخدوم محترم و مکرم صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری زید مجدہم

صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل

السلام و علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

مجھے یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ستائیسویں انٹرنیشنل کانفرنس کا انعقاد پاکستان آرٹس کونسل کے آڈیٹوریم میں کررہا ہے۔ ادارے کی علمی ادبی دینی تحقیقی خدمات لائق تحسین اور قابل تقلید ہیں۔ گزشتہ دنوں اخبارات میں یہ خبر نظر نواز ہو کر باعث مسرت و انبساط ہوئی کہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا دنیا بھر میں یونیورسٹیز کی لائبریریز کو ضخیم کتب فی سبیل اللہ فراہم کررہا ہے۔ ۱۹۸۰ سے ۲۰۰۷ تک ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کا علمی اشاعتی سفر قابل صد افتخار ہے۔

گزشتہ برس انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس ہوٹل ریجنٹ پلازہ کراچی میں شریک کئی علمائے کرام 11 اپریل 2006ء، ۱۲ ربیع النور کو پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کی ولادت کا جشن مناتے ہوئے دوران نماز سانحہ نشتر پارک میں گویا اپنی قلبی کیفیت کا اظہار کچھ یوں کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

اس سال وہ پرنور چہرے کانفرنس میں بظاہر تو موجود نہ ہوں گے مگر روحانی طور پر انکی روحیں ضرور حاضر ہوں گی۔

ادارے کو بام عروج پر پہنچانے کا سہرا آپ اور مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری و دیگر اراکین کے سر ہے میں دل کی گہرائیوں سے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی ترقیوں کامیابیوں کیلئے دعا گو ہوں۔

یا الٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے آمیں ربنا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

فروغ فکر رضا میں ہمہ تن آپ کا ہمسفر

طارق محبوب
ڈپٹی سیکریٹری جنرل
مرکزی جمعیت علمائے پاکستان۔

امام احمد رضا کی "تدبیر فلاح ونجات واصلاح"

حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں بہترین لائحہ عمل

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

آج سے تقریباً نوے سال قبل مسلمانانِ عالم کی کس مپرسی، انتشار و افتراق، افراتفری اور بے پری کے وہی حالات تھے جو بعض اختلافات کے ساتھ آج ہیں۔ سب سے بڑی سنّی اسٹیٹ سلطنتِ عثمانیہ ترکیہ کا، انگریزوں، یہودیوں اور یوروپین ممالک کی سازشوں کے تحت شیرزاہ بکھر چکا تھا۔ عرب ممالک چھوٹی چھوٹی حد بندیوں میں مختلف آزاد مملکتوں میں بٹ چکے تھے۔ افریقہ میں سلطنتِ ترکیہ کے بعض صوبوں پر اٹلی، فرانس اور جرمنی قابض ہو چکے تھے۔ ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی اور سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے بعد برطانوی سامراج کا نام نہاد "نہ ڈوبنے والا سورج" طلوع ہو چکا تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت سیاسی اور معاشی اعتبار سے زیادہ ابتر تھی کہ مسلمان انگریزوں کے محکوم ہو چکے تھے اور انگریز اور ہندو دونوں مل کر مسلمانوں کے مفادات پر یلغار کر رہے تھے۔

غرضکہ جب اس دور کی "سیاسیاتِ حاضرہ" کی تماشہ گاہ پر نظر دوڑاتے ہیں تو مسلمان ہر طرف سے صاحبِ جبر و تسلط اور ظلم و استبداد کی حامل طاغوتی قوتوں کی مکر سامانیوں اور فریب کاریوں کے جال میں جکڑے نظر آتے ہیں۔ بعینہٖ بساطِ عالم کی سیاسیات کا نقشہ آج بھی ویسا ہی نظر آرہا ہے سوائے ایک تبدیلی کے کہ "یونین جیک" کی فسوں کاری کے بجائے اب "انکل سام" کی لمبی ہیٹ کا "میجک شو" دکھایا جارہا ہے۔ مسلمانوں کے سیاسی اور معاشی نشۂ غلامی کو تیز تر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور غلاموں کے قلب و دماغ کو "نیو ورلڈ آرڈر" اور "گلوبلائزیشن" کی بستیوں کی دیوارِ محبس میں آسودہ رہنے کی تعلیم دی جارہی ہے۔ ایسے مایوس کن، تاریک اور اعصاب شکن حالات میں صاحبِ صدق و صفا، وارثِ علوم انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام)، "قائما بالقسط" کی صفت سے متصف، "اولوا الامر منکم" کی تفسیرِ مجسم، اپنے عہد کے صاحبِ امروز، شیخ الاسلام والمسلمین، امام احمد رضا خاں محدثِ بریلوی قدس سرہٗ کی دلوں کو ڈھارس دینے والی آواز گونجتی ہے کہ مسلمانو! گھبراؤ نہیں، مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، اب بھی تم عظمتِ رفتہ کی سطوت و شوکت کو واپس لاسکتے ہو، بشرطیکہ تم یہ عزم کرلو:

"تبدیل احکام الرحمٰن اور اختراع احکام الشیطان سے ہاتھ اُٹھاؤ، مشرکین (یہود وہنود، نصاریٰ و دیگر دشمنانِ اسلام) سے اتحاد توڑو، مرتدین کا ساتھ چھوڑو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دامنِ پاک تمہیں سایہ میں لے۔۔۔ دنیا ملے نہ ملے، دین تو ان کے صدقے میں ملے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ" (المحجۃ المؤتمنہ، بحوالہ "اوراقِ گم گشتہ"، ص:۲۹۹)

امام احمد رضا نے انتباہ فرمایا کہ قرآنی ارشاد کے مطابق کافر و مشرک، یہود و نصاریٰ، آتش پرست و ستارہ پرست سب ہی مسلمانوں کے دشمن ہیں۔

کافر، ہر فرد و فرقہ دشمنِ مارا
مرتد، مشرک، یہود و گبر و ترسا

(الطاری الداری، ص:۳، مطبوعہ بریلی، ص:۹۹)

امام موصوف نے دشمن کی نفسیات کا تجزیہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو تلقین کی کہ: ''دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے:

اول، اس کی موت، کہ جھگڑا ہی ختم ہو جائے،

دوم، یہ نہ ہو تو اس کی جلاوطنی، کہ اپنے پاس نہ رہے،

سوم، یہ بھی نہ ہو سکے تو آخری درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔

مخالفت کے یہ (تینوں) درجے ان (مسلمانوں) پر (دشمنانِ اسلام نے) طے کر دیئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں، خیر خواہ ہی سمجھے جاتے ہیں۔'' (المحجۃ المؤتمنہ، بحوالہ ''اوراقِ گم گشتہ''، ص:۲۹۹)

ذرا اس اقتباس کو آپ غور سے پڑھیں اور پھر دوبارہ پڑھیں کس قدر سچائی ہے اس میں! اور پھر آج کے حالات کے منظرنامے پر ایک نظر دوڑائیں۔ اس وقت دنیا میں روزانہ ظلماً ہلاک کئے جانے والوں میں سب سے زیادہ تعداد مسلمان شہداء کی ہے، کوسوو، بوسنیا، سربیا، کروشیا، کشمیر، فلسطین، چیچنیا، عراق، افغانستان، لبنان، شمالی اور وسطی افریقہ کے بعض وہ ممالک جہاں عیسائیوں کی حکومت ہے اور مسلمان اقلیت میں ہیں، یہ تمام خطۂ ارض مسلمان شہداء کے خون سے رنگین ہے۔ امریکہ، برطانیہ، نیٹو، روس، یوروپین ممالک اور اس پر مستزاد امریکہ کا بغل بچہ یو۔این۔او، یہ سب لاکھوں لاکھ معصوم مسلمان مرد، عورت، بچوں اور بوڑھوں کی شہادت اور اربوں ڈالر کی ان کی جائداد کی تباہی کے ذمہ دار ہیں۔ پھر آپ دنیا کے مہاجرین (ہجرت شدہ افراد) کی شماریات پر نظر ڈالیں تو ان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ اس وقت کشمیر، افغانستان، عراق، فلسطین، بوسنیا، چیچنیا، کوسوو، پر عملی طور سے ہندوستان، امریکہ برطانیہ، نیٹو (یوروپین ممالک)، اسرائیل اور روس کی افواج کا غاصبانہ قبضہ ہے۔ جہاں پر اقوامِ متحدہ کی افواج تعینات ہیں، وہاں بھی مسلمان دوسروں کے رحم وکرم پر ہیں اور اپنی فوج سے محروم ہیں۔ بلکہ ان جگہوں پر مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو سب سے زیادہ خطرہ میں ہے۔ اقوامِ متحدہ کا کام صرف ان ملکوں کی سرحدی سڑکوں کی سیر اور دوربین سے دونوں اطراف کے قدرتی مناظر کا نظارہ کرنا ہے۔ کوسوو، بوسنیا، سربیا، کروشیا اور اب لبنان میں اسی فوج نے لاکھوں مسلمانوں کو اپنی نگاہوں کے سامنے قتل کروا دیا اور ''ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم'' کا مجسمہ بنے دیکھتے رہے۔ اس فوج کی تعیناتی بھی مسلمانوں کے خلاف ایک سامراجی سازش ہے تا کہ مسلمان نہ اپنا دفاع کر سکیں اور نہ اپنی سرحدوں پر کئے گئے حملے کا جواب دے سکیں۔ باقی تقریباً تمام ممالک (ماسوا ملائشیا) کی سیاسی بساط اور معاشی واقتصادی مفادات امریکن نیو ورلڈ آرڈر کے زیرِ نگیں ہیں۔

ایک مستفتی کے اس سوال کے جواب میں کہ ایسے حالات میں مسلمانوں کی کیا کرنا چاہئے، امام احمد رضا نے ''تدبیرِ فلاح ونجات و اصلاح'' (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء) کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں، اس کا جواب تو خود قرآن شریف میں درج ہے: ''اللہ عزوجل نے تو مسلمانوں کی جان و مال، جنت کے عوض خرید ے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَاَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّۃَ مگر ہم ہیں کہ مبیع (قیمت) دینے سے انکار اور ثمن (مال) کے خواستگار۔''

اس کے بعد تلقین ونصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بہتر ہے کہ مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہیں، کسی شریر قوم کی چال نہ سیکھیں، اپنے اوپر مفت کی بدگمانی کا موقع نہ دیں۔''

امام احمد رضا کی یہ نصیحت آج کے حالات میں بھی اتنی ہی مفید ہے جتنی ان کے دور کے حالات میں تھی۔ وہ مسلمانوں کو سلامت روی کی راہ پر گامزن رہنے اور ہر قسم کے فتنہ وفساد اور دہشت گردی کی راہ (جسے وہ شریر قوموں کا وطیرہ قرار دے رہے ہیں) سے خود کو علیحدہ رکھنے کی ہدایت

دے رہے ہیں تاکہ خواہ مخواہ دوسری شریر اور دشمن قوموں کو جو طاقتور بھی ہیں، ان پر فتنہ پروری اور دہشت گردی کا لیبل لگا کر پریشان کرنے کا موقع ہاتھ نہ آسکے۔

لہٰذا امام احمد رضا کے خیال میں ایسے حالات میں مسلمانوں کو چاہئے کہ جذبات کی رو میں بہہ جانے کے بجائے وہ پُر سکون اور پُر امن رہ کر اپنے تعمیری کاموں میں لگے رہیں اور خود کو معاشی، اقتصادی، علمی اور سیاسی طور پر طاقتور بنائیں تاکہ وقت آنے پر دشمن کے مقابل ہر طرح کے اسلحہ سے لیس ہو کر صف آراء ہوسکیں اور اپنا حقِ دفاع استعمال کرسکیں اور جہادِ زندگانی میں کامیاب وکامران رہیں۔

پھر امام صاحب نے ملتِ اسلامیہ کی اخلاقی، معاشی، تعلیمی اور سیاسی فلاح و بہبود کے لئے چار تجاویز پیش کیں جن کا معاشی اور اقتصادی پہلو کے اعتبار سے لب ولباب یہ ہے:

(۱) مسلمان اپنے وسائل پس انداز کریں، غیر ضروری اور غیر پیداواری اخراجات سے اجتناب کریں۔ مسلمان اپنے معاملات خود طے کریں۔ یعنی غیر ملکی حکومتوں کی عدالتوں، سپر طاقتوں یا دشمنانِ اسلام کی ساختہ انجمنِ اقوام (مثلاً یو۔این۔او وغیرہ) کے دفتروں سے رجوع نہ کریں کیونکہ مسلمانوں کے حق میں کوئی فیصلہ ان سے صادر ہونے کی توقع ہی عبث ہے اور خواہ مخواہ مسلمانوں کے قیمتی وقت، مال اور دیگر وسائل کا ضیاع ہوگا۔ وہی وسائل ملکی ترقی، تعلیم، سرمایہ کاری اور پیداواری صلاحیتوں کو بڑھانے میں صرف ہوسکتا ہے جس سے مسلمان اور مسلمان ملکوں کی طاقت اور معاشی خوشحالی میں اضافہ ہوگا۔

(۲) مسلمان ابتداً اپنے ملکوں کے تمام بڑے بڑے شہروں میں جدید خطوط پر اسلامی بینکاری کے نظام کا جال بچھائیں تاکہ مسلمان اس سے استفادہ کرتے ہوئے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اپنی معیشت، تجارت اور صنعت وحرفت کو ترقی پذیر اور مستحکم بناسکیں اور جب وہ اقتصادی اور معاشی طور پر مضبوط ہوں گے تو لامحالہ عسکری قوت کا توازن بھی ان کے حق میں ہوجائے گا۔

(۳) مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔ یعنی دشمنانِ اسلام، ہنود، یہود، نصاریٰ، مشرکین وکفار کی مصنوعات کا منصوبہ بند تجارتی بائیکاٹ کرکے صرف مسلمانوں اور مسلم ممالک کی مصنوعات کو فروغ دیں۔ اس طرح مسلمان تاجروں اور صنعتکاروں کو معاشی تحفظ ملے گا۔ اشیاء کی طلب کے ساتھ پیداوار میں اضافہ ہوگا، پیداوار میں اضافہ سے مسلمانوں کے روزگار اور آمدنیوں میں اضافہ ہوگا۔ مسلمان تاجروں کے کاروبار اور صنعت وحرفت کے فروغ کے ساتھ ساتھ مسلم ممالک کی اقتصادی قوت بین الاقوامی مارکیٹ میں دیگر قوموں کی معیشت کو متاثر کرکے تجارتی توازن اپنے حق میں برقرار رکھ سکے گی۔ اس نکتہ میں امام احمد رضا نے ایک بین الاقوامی مسلم مشترکہ منڈی کا تصور بھی پیش کیا ہے جسے علمِ معاشیات کی ایک نئی شاخ نظریۂ وحدۃ التامیۃ الاقتصادیہ (Theory of Economic Integration) کہا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ جنگِ عظیم دوم (۴۶۔۱۹۴۵ء) کے بعد جب معاہدۂ روم کے تحت "یورپین مشترکہ منڈی" کا قیام عمل میں آیا۔ اس وقت ماہرین علماء اقتصادیات نے اس جدید نظریہ کو پیش کیا۔ حالآنکہ امام احمد رضا ۱۹۱۲ء ہی میں اقتصادیات کی اس نئی شاخ سے مسلمانوں کو متعارف کرا چکے تھے۔

(۴) مسلمان علمِ دین کی ترویج واشاعت کریں۔

یہ نکتہ بھی بہت اہم ہے۔ امام احمد رضا نے فروغِ علمِ حقیقی ونورانی کی ترغیب دی ہے اور اس کے حصول کی تشویق پیدا کی ہے۔ اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو ایک لحاظ سے اس کا تعلق بھی مسلمانوں کی اقتصادیات اور سیاستِ مُدن سے ہے۔ پہلے تین نکات پر عمل کا جذبہ قومی اور ملی تصلب سے پیدا ہوتا ہے اور قومی تصلب وعصبیت کے لئے علمِ نافع کی تعلیم اور معاشرے میں اس کا فروغ لازم وملزوم ہے تو اس طرح یہ آخری نکتہ بھی اقتصادیات وسیاستِ اسلامی سے متعلق ہے۔ جب ہم علومِ اسلامی کی تعلیم کی بات کرتے ہیں تو اس میں قرآن وسنت کے علاوہ اپنے دور کے وہ تمام

عقلی ونقلی یعنی روایتی، سائنسی اور معاشرتی علوم شامل ہوتے ہیں جو کسی نہ کسی اعتبار سے دینِ اسلام کی اشاعت وتبلیغ، ملک وملت اور معاشرے کے افراد کی ترقی اور ملک وقوم کی بقا اور قوت کے لئے معاون وممد ہوسکتے ہیں یا بطورِ آلہ استعمال ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ دینِ اسلام دینِ فطرت ہے۔ یہ ایک کُل کا نام ہے۔ اس میں فرد، معاشرہ اور ملت کی حیات کے تمام گوشوں کا احاطہ ہے اور "علمِ دین" کا حصول انہی گوشوں کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ اس لئے ہر زمانہ اور ہر دور بلکہ صبحِ قیامت تک انسان ایک خدا ترس اور پُر امن معاشرہ کی تکمیل کے لئے اس کے حصول کا محتاج رہے گا۔

محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ اپنی تجاویز پیش کرنے اور اس کا معروضی تجزیہ کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

"یہ وجوہ ہیں، یہ اسباب ہیں۔ مرض کا علاج چاہنا اور سبب قائم رکھنا، حماقت نہیں تو کیا ہے، جس کی زندہ مثال یہ ترکوں کا تازہ واقعہ ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اہل الرائے ان وجوہ پر نظر فرمائیں اگر میرا خیال صحیح ہو تو ہر شہر و قصبے میں جلسہ کریں اور مسلمانوں کو ان چار باتوں پر قائم کردیں۔ پھر آپ کی (یعنی مسلمانوں کی) حالت خوبی کی طرف نہ بدلے تو شکایت کیجئے۔"

امام احمد رضا کے مذکورہ نکات اور ان کا پیش کردہ لائحہ عمل حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں آج بھی مسلمانانِ عالم کے لئے اتنا ہی پُرکشش اور بہترین طرزِ عمل کا داعی ہے جتنا کہ ان کے دور میں تھا۔ انہوں نے اُس دور میں وحدتِ اسلامیہ کی کوشش کی جب بانیِ پاکستان مسٹر محمد علی جناح اور علامہ ڈاکٹر محمد اقبال جیسے رہنما ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے۔ غالباً علامہ اقبال امام احمد رضا کے انہی افکار سے متاثر ہوکر "مرغِ زیرک" کی "دانہ مستی" پر تڑپ جاتے ہیں اور سیاسیاتِ حاضرہ کے فسوں کو توڑنے پر آمادہ ہوکر اس کی نسبت یوں نغمہ سرا ہوتے ہیں:

می کند بندِ غلاماں سخت تر
حریت می خواند او را بے بصر
در فضایش بال و پر نتواں گشود
باکلیدش ہیچ در نتواں گشود
گفت بامرغِ قفس "اے درد مند
آشیاں در خانۂ صیاد بند
ہر کہ ساز و آشیاں در دشت و مَرغ
او نباشد ایمن از شاہین و چَرغ"
از فسونش مرغِ زیرک دانہ مست
نالہ ہا اندر گلوئے خود شکست
الحذر از گرمیِ گفتار او
الحذر از حرفِ پہلو دارِ او

ترجمہ:

☆ (دورِ حاضر کی سیاست) غلامی کے بند (قید) کو اور سخت کردیتی ہے۔ حریت (آزادی) اسے بے بصر (اندھا) کہتی ہے۔

☆ (سامراجیت کی) اس فضا میں پرواز ممکن نہیں۔ اس کی کنجی سے کوئی دروازہ نہیں کھل سکتا (یعنی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ مسئلہ کا حل صرف اسلامی تعلیمات میں ہے۔)

☆ (سامراجیت) قفس میں قید پرندہ سے کہتی ہے کہ "(غلامی پر رضامند ہوکر) شکاری کے گھر میں اپنا آشیانہ بنالے۔

☆ جو کوئی بیاباں اور باغ میں آشیانہ بناتا ہے وہ شاہین اور چَرغ (یعنی شکار کرنے والے پرندوں) سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔"

☆ اس کے جادو کے اثر سے عقلمند پرندہ بھی دانہ مست بن جاتا ہے اور اس کا نالہ اس کے گلے میں پھنس جاتا ہے۔

☆ اس (سامراج) کی گرمیِ گفتار اور پرفریب باتوں سے اللہ پناہ میں رکھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے حکمرانوں کو امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے افکار وتعلیمات اور ان کے پیش کردہ لائحہ عمل پر عمل پیرا ہونے کی توفیق

عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ

حال ہی میں اسلام آباد، پاکستان میں منعقدہ تین روزہ عالمی اسلامی اقتصادی فورم کے اختتام پر جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا ہے اور جسے ملک اور بیرونِ ملک کے تمام پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا نے نشر کیا ہے، آپ اس کو ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو شیخ الاسلام احمد رضا خاں قادری حنفی علیہ الرحمۃ کے درج بالا چار نکاتی معاشی و تعلیمی پروگرام کی بازگشت مزید تشریح و تفصیل کے ساتھ سنائی دے گی۔

اسلامی اقتصادی فورم کے مشترکہ اعلامیہ میں جن خاص خاص باتوں پر زور دیا گیا ہے اور جن پر تفصیلی وسیر حاصل بحث و مباحثہ کیا گیا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ مسلم دنیا جلد اپنا آزاد تجارتی علاقہ بنائے۔

۲۔ تجارت میں اضافہ کے لئے نجی سرمایہ کاری اور محنت کے بہاؤ میں تیزی لائی جائے۔

۳۔ اسلامی بینکاری، فائنانس اور انشورنس کے فروغ پر توجہ دے۔

۴۔ ریجنل اور سب ریجنل تجارت میں اضافہ کے لئے اسلامی ٹریڈ ایریا قائم کیا جائے۔

۵۔ سرمایہ کاری اور اقتصادی ترقی کے لئے مطلوب فضا پیدا کی جائے۔

۶۔ اسلامی دنیا میں چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹریز کے درمیان رابطوں کو فعال بنایا جائے اور اس کے لئے ایک عالمی نیٹ ورک قائم کیا جائے۔

۷۔ تعلیم، سائنس اور ٹیکنالوجی، صحت، سرمایہ کاری اور دیگر شعبوں میں تعاون بڑھایا جائے اور اس میں او۔آئی۔سی اپنا فعال کردار ادا کرے۔ تعلیم کے فروغ کے لئے ورلڈ ایجوکیشن ٹاسک فورس بنائی جائے۔

بلاشبہ اسلامی اقتصادی فورم میں جو خوبصورت تجاویز، تصورات، خیالات اور نظریات پیش کئے گئے ہیں وہ اپنی افادیت کے اعتبار سے نہایت اہم ہیں، کوئی بھی ذی فہم شخص اس کی اہمیت سے انکار نہیں کرسکتا لیکن ان کے فوائد کا حصول جب ہی ممکن ہے جب مسلم ممالک اس اہم فورم کی سفارشات پر پورے خلوص وانہماک تدبر اور غیر جانبداری کے ساتھ عمل کریں اور اس کے لئے اسلامی کانفرنس تنظیم (او۔آئی۔سی) کو فعال بنانا ناگزیر ہے۔ اس سے قبل او۔آئی۔سی کے اجلاسوں میں بڑی اچھی اچھی تجاویز سامنے آتی رہی ہیں لیکن دنیا نے دیکھا کہ وہ محض کاغذی کاروائی تک محدود رہیں۔ اسی طرح ملائیشیا میں منعقدہ پہلے عالمی اسلامی اقتصادی فورم میں بھی متعدد مفید تجاویز و سفارشات پیش کی گئیں اور او۔آئی۔سی کے مختلف اجلاسوں میں اس کو عملی جامہ پہنانے پر زور بھی دیا گیا لیکن عملی طور پر آپس میں تجارت کے حجم میں اضافہ نظر آیا اور نہ ہی صنعتی ترقی کے لئے مشترکہ کوششیں دیکھنے میں آسکیں۔ حالآنکہ دوسری جانب ہمارے سامنے یورپ کے ایسے چھوٹے چھوٹے ممالک کی مثالیں موجود ہیں جنھوں نے معدنی اور قدرتی وسائل نہ ہونے کے باوجود اپنی صنعتوں پر توجہ دی اور ہم سے بہت آگے نکل گئے۔

اس وقت جبکہ گلوبل سطح پر اقتصادی، فوجی اور سیاسی تبدیلیاں بہت تیزی سے رونما ہورہی ہیں اور خصوصاً عالمِ اسلام کو سنگین چیلنجوں کا سامنا ہے، ہم مزید کوتاہیوں کے متحمل نہیں ہوسکتے۔

اگر آپ دنیا کے نقشے کو ملاحظہ کریں تو آپ دیکھیں گے مسلم دنیا انڈونیشیا سے مراکش کے علاقہ تک ایک وسیع و عریض خطے پر جغرافیائی بلاک کی صورت میں پھیلی ہوئی ہے۔ دنیا بھر میں آزاد وخود مختار مسلم ممالک کی تعداد ۵۷ کے لگ بھگ ہے۔ دنیا میں مسلمانوں کی آبادی ایک ارب ۲۵ کروڑ کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے جو دنیا کی کُل آبادی کا ۱۹ فیصد ہے۔ وسائل، افرادی قوت اور صلاحیت کے اعتبار سے صورتحال بڑی امید افزا ہے۔ دنیا میں ۷۰ فیصد تیل کے ذخائر مسلم ممالک کے پاس ہیں جن میں عراق، ایران، سعودی عرب اور خلیجی ریاستوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ لیکن انتہائی افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ امتِ مسلمہ کی اکثریت آج بھی غربت و پس ماندگی کا شکار ہے۔ دنیا کے مسلمانوں کی تقریباً ۳۹ فیصد آبادی آج بھی غربت کی انتہائی سطح سے بھی نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ دنیا

کی آبادی کا ۱۹ فیصد ہونے کے باوجود آمدن میں مسلمانوں کا حصہ بمشکل ۶ فیصد اور بین الاقوامی تجارت میں ۸ فیصد ہے جبکہ باہمی تجارت ۱۳ فیصد تک ہے اور زیادہ تر مسلم ممالک اربوں ڈالر کے تجارتی خسارے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بے پناہ وسائل کے حامل ہونے کے باوجود عالمِ اسلام، پس ماندگی، وسائل کے ضیاع، صنعت وحرفت وتجارت، تعلیم اور سیاست کے عصری تقاضوں سے لاعلمی اور بے خبری اور عالمی نظام کے حقائق سے دیدہٗ دانستہ چشم پوشی کی بیماری میں مبتلا ہے۔

اقتصادی تجزیہ نگاروں کے مطابق وسائل سے مالا مال ان مسلم ممالک کی اقتصادی پس ماندگی کے جہاں دیگر اسباب مثلاً انسانی اور قدرتی وسائل کے ضیاع اور ''گڈ گورنینس'' کی صلاحیتوں کا فقدان ہے، وہیں اس کا ایک بہت بڑا سبب ان ممالک پر آمرانہ ذہنیت کے افراد کی حکمرانی اور موروثی نظام حکومت (بادشاہت) ہے۔ ایک طرف تو کثیر معدنی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود ان ممالک میں پس ماندگی کا فیصد کم ہونے کی بجائے بڑھتا ہی جارہا ہے تو دوسری طرف ملک کے عیاش حکمراں اور بادشاہ ان وسائل سے حاصل شدہ کھربوں ڈالر کی دولت کو اپنے نجی کھاتوں میں جمع کر کے یورپ وامریکہ کے یہودی اور نصرانی بینکوں میں منتقل کرتے جارہے ہیں۔ اگر یہ خود غرض حکمراں صرف ان بینکوں سے نکلوا کر انہیں مسلمان ملکوں کے بینکوں میں جمع کرادیں اور ان کی صنعتی اور معاشی ترقی میں سرمایہ کاری کے لئے استعمال کریں تو نہ صرف یہ کہ یورپی ممالک اور امریکہ کی معیشت کا شیرازہ بکھر جائے گا بلکہ مسلم ممالک کے عوام کی غربت میں بے پناہ کمی اور خوشحالی میں حیرت انگیز اضافہ ہوگا۔

اسلامی اقتصادی یونین کا قیام ہر مسلمان کے دل کی تمنا اور مسلم امہ کے اصلی تصور کے مطابق ایک فطری امر ہے۔ بات صرف حکمرانوں کی نیک نیتی، خشیتِ الٰہی، اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان، اس کے رسول مکرم ﷺ کے ساتھ سچی محبت اور ان کی اتباع، پھر خلوص نیت کے ساتھ عمل اور عزم و استقلال کے ساتھ حصول مقاصد کے لئے جدوجہد کی ہے۔ اسلامی اقتصادی فورم کے چیئرمین موسیٰ ہلال صاحب نے اس فورم کے اختتام پر مسلم ممالک کو متنبہ کیا ہے کہ ''اگر اس فورم کے بعد بھی مسلم امّہ نے اقتصادی ترقی کے لئے ترتیب دی گئی مربوط سفارشات پر عمل نہ کیا تو اسلامی دنیا کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔'' لیکن شیخ الاسلام امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے مسلمانوں کے فلاح ونجات واصلاح کے لئے جو تجاویز پیش کی ہیں ان کے اختتام پر نہایت واضح الفاظ میں تنبیہ کی ہے اور ایک نہایت اہم نکتہ کی نشاندہی کی ہے کہ معاشی اور اقتصادی ترقی کے حصول کی لالچ میں یہود و نصاریٰ کی بود وباش اختیار نہ کی جائے بلکہ:

''بہتر ہے کہ مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہیں اور کسی شریر قوم کی چال نہ سیکھیں۔''

دوسری جگہ مزید تحریر کرتے ہیں:

''یہ وجوہ ہیں، یہ اسباب، مرض کا علاج چاہنا اور سبب قائم رکھنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔''

کاش کہ مسلمانانِ عالم خصوصاً جنوبی ایشیاء کے مسلمان آج سے سو سال قبل امام احمد رضا کی آواز پر لبیک کہتے تو آج معاشی، اقتصادی اور فوجی طاقت کا توازن مسلمانوں کے حق میں ہوتا۔

اسلامی اقتصادی فورم کی جو سفارشات سامنے آئی ہیں ان میں تعلیم، سائنس اور ٹیکنالوجی اور خواتین کی ترقی اور ان کی تعلیم وتربیت پر بھی زور دیا گیا ہے اور یہ ایک اہم امر کی طرف نشاندہی کی گئی ہے۔ اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہوسکتا۔ لیکن جو اہم بات ہے وہ یہ کہ اسلامی اقتصادی فورم تعلیم کے فروغ کے لئے جو نصاب مرتب کرنا چاہتا ہے وہ کیا ہوگا؟ کیا مسلم ممالک میں سیکولر نظامِ تعلیم کو فروغ دینا مطمحِ نظر ہے؟ اس کا جواب اس کی تفصیل میں ہی دیکھا جاسکتا ہے۔ لہٰذا ہم مسلم ممالک کے حکمرانوں خصوصاً پاکستان کے حکمرانوں پر یہ بات واضح کردینا چاہتے ہیں کہ اسلامی اقتصادی فورم کی سفارشات کے تحت فروغ تعلیم کے لئے آپ جو بھی لائحہ عمل بنائیں، بنیادی اسلامی تعلیم کا ڈھانچہ برقرار رہے، اس میں کسی قسم کی

کتر بیونت یا بیرونی پیوند کاری مسلمان برداشت نہیں کریں گے۔اس لئے کہ ہم اول وآخر مسلمان ہیں، ہمارا حق ہے کہ ہم اپنے مذہب و مسلک کے متعلق جو ضروری معلومات ہیں وہ حاصل کریں اور اسی کے مطابق اپنی زندگیاں گذاریں۔ایک مسلمان کا یہی سب سے بڑا شرف ہے۔ ہمارا دین، دینِ فطرت ہے جس نے دین اور دنیا دونوں کی فلاح کے اصول دیئے ہیں۔اس لئے ہمیں کسی جدید یا سیکولر نظامِ تعلیم سے مشرف ہونے کی ضرورت نہیں۔ دوسرے یہ کہ اسلامی مدارس جو اسلامی علوم کے تخصص کی فیکلٹی ہیں، ان کے نصاب میں جدید دور کے حالات کے اعتبار سے ضرور رد وبدل کی جائے تا کہ وہاں کا فارغ التحصیل طالبِ علم معاشرہ کا ایک باخبر اور کارآمد فرد بن سکے، لیکن قرآن وحدیث کے جو علوم صدیوں سے ہمارا قیمتی ورثہ چلے آرہے ہیں اور جو دین کی ترویج واشاعت اور اس کی تشریح وتبلیغ کے لئے نہایت اہم منبع ہیں، ان کا نصاب سے اخراج مسلمانوں کے لئے ناقابلِ قبول ہوگا، سردھڑ کی بازی لگا کر وہ اس کو جاری رکھیں گے۔

تیسرے یہ کہ خواتین ہمارے معاشرہ کا ایک بہت بڑا حصہ ہیں۔آئندہ نسل کی صحیح تعلیم وتربیت اور صالح معاشرہ کے قیام میں ان کی بڑی ذمہ داری ہے۔ان کی تعلیم وتربیت اور صحت کے متعلق ایک جامع پروگرام وقت کی اہم ضرورت ہے خصوصاً دیہاتی علاقوں کی خواتین کی ناگفتہ بہ حالت کے سنوارنے کے لئے ایسے پروگرام کو ملک گیر پیمانے پر عمل درآمد کروانے کی اشد ضرورت ہے تا کہ ان مظلوم خواتین کے سدھار کے ساتھ صالح معاشرہ آئندہ تشکیل پذیر رہے لہٰذا اس کے لئے بھی خواتین کو بنیادی اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنا از بس ضروری ہے۔ لیکن فی الوقت حکومت کی آشیرباد کے ساتھ ملک کے پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا خواتین کو سرِ بازار لا کر فحاشی وعریانی کے فروغ میں جو کردار ادا کر رہا ہے، اس کے پیشِ نظر خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی اقتصادی فورم کے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے والے حکومت کے سیکولر ذہن کے اربابِ حل وعقد اس کو بھی اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال نہ کریں۔اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو حکمرانوں پر واضح ہوجانا چاہئے کہ پاکستان کے مسلمان اسے برداشت نہیں کریں گے۔ پھر ان کے لئے اپنی بساطِ سیاست لپیٹ لینے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہوگا۔

ان چند تحفظات کے باوجود ہم اسلامی اقتصادی فورم کی ان سفارشات کا خیر مقدم کرتے ہیں اور حسنِ ظن رکھتے ہوئے توقع کرتے ہیں کہ مسلم حکمران خصوصاً اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حکمران جنہوں نے اسلامی قوانین کے نفاذ کا حلف اٹھایا ہوا ہے، خلوصِ نیت اور خشیتِ الٰہی کے ساتھ پاکستان اور عالمِ اسلام کے مسلمانوں کی دنیاوی اور اخروی فلاح کی خاطر اسلامی اقتصادی فورم کی جائز سفارشات کو جلد از جلد عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کی خاطر وہ جو کام بھی کریں گے ان شاء اللہ فتوحات ان کے ساتھ ہوں گی۔ہم بھی ان کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں اور علامہ اقبال کا یہ شعر ان کی نذر کرتے ہیں:

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

☆☆☆☆☆

امام احمد رضا اور اصلاح معاشرہ

از: ایاز محمود رضوی

چودھویں صدی کے فتنوں کا سدباب کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے جس شخصیت کا انتخاب کیا وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جن کی زندگی کا ہر لمحہ دین اسلام کی خدمت میں گزرا۔ ان کا مشن اور پروگرام کوئی نئی راہ نہیں بلکہ سلف اسلاف کے مشن کی تجدید ہے انہوں نے ہر فکر کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر جانچا اعلیٰ حضرت نے عقائد وعبادات کے ساتھ ساتھ اعمال دینی، اخلاقی، معاشرتی، معاملات کی اصلاح اور بدعات کے خاتمہ کیلئے اپنے قلم اور زبان کا بھرپور استعمال کیا۔ انہوں نے فسق وفجور اور شرک وبدعت کے خلاف زبان اور قلم سے بھرپور جہاد کیا۔

جو امور فی الواقع بدعت ہیں یا جن میں شرک کا ادنیٰ سا بھی شائبہ ہے چاہے وہ امور ہماری عملی زندگی میں ہوں مساجد میں ہوں، خانقاہوں میں ہوں، عامۃ الناس جنہیں ثواب سمجھ کر کر رہے ہوں اور جن کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہ ہو۔ انہوں نے بلا خوف حق وصداقت کی آواز بلند کی۔ ایسی آراء کے بارے میں ان کا قلم ایسی تلوار ہے جو اپنے بیگانے میں تمیز نہیں رکھا۔ غرض ہر مسئلہ میں انہوں نے قلم کی حرمت کی پاسداری کی۔

ایسی کھلی ہوئی حقیقت پر پردہ ڈالنے کیلئے بعض چوٹی کے مصنفین ومورخین بھی بدگمانی پھیلانے سے باز نہیں آئے۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم ابوالحسن علی ندوی نے لکھا ہے کہ:

وکان ینتصر للرسوم البدع الشائعة وقدالف فیھا رسائل مستقلة۔

"انہوں (اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ) نے رسوم وبدعات کو ہوا دی اور ان رسوم وبدعات کی تائید میں کئی مستقل رسالے لکھے ہیں۔ (الخواطر جلد ۸ صفحہ ۴۰ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن)۔

جبکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے اعلیٰ حضرت نے بدعات ومنکرات کی شدید مخالفت کی (۱) اور بے شمار رسائل لکھے جن میں سے چند رسائل کے نام تحریر کیے جاتے ہیں۔

☆ احکام الاحکام فی التناول من یدمن ماله حرام ۱۲۹۸ھ یعنی مال حرام والوں کے ساتھ معاملات کا حکم۔

☆ اجود القری لمن یطلب الصحة فی اجارة القری ۱۳۰۲ھ یعنی دیہات کے رائج ٹھیکہ کا شرعی حکم۔

☆ الھادی الحاجب عن جنازة الغائب ۱۳۲۷ھ غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں۔

☆ جلی الصوت لنھی الدعوت امام الموت ۱۳۱۰ھ میت کے سوم چہلم میں دعوت عام ناجائز ہے۔

☆ بریق المنار بشموع المزار ۱۳۳۱ھ مزارات بزرگان دین پر چراغ جلانے کا حکم۔

☆ جمل النور فی نھی النساء عن زیارة القبور ۱۳۳۹ھ

(۱) سابق وفاقی وزیر مذہبی امور مولانا کوثر نیازی مرحوم نے ان الزامات کے متعلق لکھا "ستم ظریفی ہے کہ جو ردبدعات میں شمشیر برہنہ تھا اسے خود حامی بدعات قرار دیا گیا ان کے افکار وفتاویٰ کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ جتنی سخت مخالفت خلاف پیغمبر راہگوئی انہوں نے کی شاید ہی کسی اور نے کی ہو۔ (امام احمد رضا خاں ایک ہمہ جہت شخصیت)

مزارات پر عورتوں کے جانے کی ممانعت۔

☆ اعزالا کتناه فی رد صدقة مانع الزکوٰة ۱۳۰۹ھ جو زکوٰۃ نہ دے اس کے نفل صدقات قبول نہ ہوں گے۔

☆ ماحی الضلولة فی انکحة الهندو بنجاله ۱۳۱۷ھ ہندوستان میں رائج بعض غلط طرق نکاح کا رد۔

☆ اجل التحبیر فی حکم السماع والمزامیر ۱۳۲۹ھ سماع ومزامیر اور وجد و حال کا بیان۔

☆ اعالی الافادة فی تعزیة الهندو بیان الشهادة ۱۳۲۱ھ تعزیہ داری نوحہ اور ذکر شہادت کے احکام۔

☆ حك العیب فی حرمة تسوید الشیب ۱۳۰۷ھ سیاہ خضاب کے حرام ہونے کا بیان۔

☆ خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال ۱۳۱۸ھ کسب حلال کی اہمیت اور سوال کی مذمت۔

☆ الزبدة الزکیة فی تحریم سجود التحیة ۱۳۳۷ھ سجدہ تعظیمی کی حرمت کا بیان۔

☆ طوالع النور فی حکم السرج علی القبور ۱۳۰۴ھ قبروں پر چراغ جلانے کے تفصیلی احکام۔

☆ الطیب الوجیز فی امتعة الورق والابریز ۱۳۰۹ھ چاندی سونے اور دیگر دھات کے زیورات کا حکم۔

☆ لمعة الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ ۱۳۱۵ھ داڑھی بڑھانے اور مونچھ گھٹانے اور ایک قبضہ کا ثبوت۔

☆ منزع المرام فی التداوی بالحرام ۱۳۰۳ھ حرام اشیاء سے علاج کا حکم۔

☆ المنح الملیحه فیما نهی عن اجزاء الذبیحه ۱۳۰۷ھ ذبیحہ سے بائیس چیز کھانے کی ممانعت۔

☆ مروج النجالخروج النساء ۱۳۱۵ھ عورت کو کہاں کہاں جانا جائز ہے۔

☆ انفس الفکر فی قربان البقر ۱۲۹۸ھ قربانی گاؤ کا مسئلہ۔

☆ الادلة الطاعنة فی اذان الملا عنة ۱۳۰۶ھ روافض کی اذان کا رد۔

☆ مقال العرفأ باعزاز شرع وعلماء ۱۳۲۷ھ شریعت اور طریقت میں کوئی جدائی نہیں۔

☆ مشعلة الارشادالی حقوق الاولاد ۱۳۱۰ھ حقوق اولاد میں اسی (۸۰) احادیث کا مجموعہ۔

☆ اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد ۱۳۱۰ھ بندوں پر بندوں کے حقوق۔

اب مجدد دین وملت امام احمد رضا خان محدث بریلوی کی کتب سے چندوہ اقتباسات پیش کیے جارہے ہیں جس میں آپ نے مسلم معاشرے میں پھیلی ہوئی بہت سی بدعتوں اور اوہام وخرافات کی بیخ کنی فرمائی۔

حالت موت میں میاں بیوی کے معاملات

مسئلہ: ہندوستان کے لوگوں کا دستور ہے کہ جب عورت کی حالت نزع ہوتی ہے تب اس کے شوہر کو اس کے پاس نہیں جانے دیتے اور اس کا شوہر حالت نزع میں اس کے پاس نہیں جاتا اور اس کی تکفین وتدفین میں بھی شوہر کو شریک نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اب اس کا رشتہ ٹوٹ گیا آیا یہ فعل ان کا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: جب تک جسم زن میں روح باقی ہے اگرچہ حالت نزع ہو بلاشبہ اس کی زوجہ ہے اور اس وقت شوہر کو پاس نہ آنے دینا ظلم ہے۔ اور اسی وقت سے رشتہ منقطع سمجھ لینا سخت جہل ہے۔ اور بعد موت زن بھی شوہر کو دیکھنے کی اجازت ہے۔ البتہ ہاتھ لگانا منع ہے۔ کمانص فی التنویر والدرر وغیرھا و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ صفحہ ۱۲۱ جلد نمبر ۴)

بیوی کی میت کو ہاتھ لگانا اور کندھا دینا

عرض: حضور اگر عورت کا انتقال ہو جائے تو اس کے شوہر کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں نہ وہ کندھا دے نہ منہ دیکھے؟

ارشاد: یہ مسئلہ جہلاء میں بہت مشہور ہے۔ اور بالکل بے اصل ہے۔ ہاں بے حائل اس کے جسم کے بے شک ہاتھ نہیں لگا سکتا باقی کندھا بھی دے سکتا ہے قبر میں بھی اتار سکتا ہے۔ اور اگر موت ایسی جگہ آئے جہاں میاں بیوی کے سوا کوئی اور نہ ہو تو شوہر خود اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر میت کو تیمم کرائے۔ لیکن عورت کو بلا کسی شرط کے اپنے شوہر مردہ کو چھونے کی اجازت ہے۔ (الملفوظات صفحہ ۸۶ حصہ دوم)

شوہر کا بیوی کو غسل دینا

مسئلہ: شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں اور بعد مرنے کے شوہر اپنی بیوی کے جنازہ کو ہاتھ لگا سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب: جنازہ کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ قبر میں اتار سکتا ہے اس کے بدن کو ہاتھ نہیں لگا سکتا اسی واسطے غسل نہیں دے سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (عرفان شریعت صفحہ نمبر ۶ حصہ نمبر ۱)

مرد کو سونا چاندی پیتل کانسہ وغیرہ استعمال کرنا

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سونے چاندی پیتل کا نسہ وغیرہ کی انگوٹھی یا بٹن یا گھڑی کی زنجیر مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: چاندی کی انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مرد کو پہننا جائز ہے اور دو انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی اور سونے کانسے پیتل لوہے تانبے کی مطلقاً ناجائز ہیں، گھڑی کی زنجیر سونے کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں ممنوع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احکام شریعت صفحہ ۱۹۰ حصہ دوم)

اعراس میں مزامیر

عرض: حضور بزرگان دین کے اعراس پر مزامیر ہوتے ہیں، جب تک مزامیر ہوں اس وقت تک نہ جائے اور مزامیر کے بعد قل میں شریک ہونے کے واسطے جا سکتا ہے یا نہیں۔

ارشاد: جا سکتا ہے۔ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب بلوائیوں نے بلوہ کیا، تمام مدینہ منورہ میں ان کا شور تھا امیر المومنین کے مکان کو گھیرے ہوئے تھے، نماز بھی وہی پڑھاتے تھے سوال ہوا کہ ان کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جب برائی کریں تو ان سے علیحدہ ہو اور جب بھلائی کریں تو ان کے شریک ہو۔ (الملفوظات صفحہ ۶ حصہ سوم)

طواف قبر و بوسہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیائے کرام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیما از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بلا شبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے۔ اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔ خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل کیونکر متصور ہے یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔ لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال منال نسأل الله۔ (احکام شریعت صفحہ ۲۵۴ حصہ ۳)

بزرگوں کے اعراس میں افعال شنیعہ

عرض: حضور! بزرگان دین کے اعراس میں جو افعال ناجائز ہوتے ہیں ان سے ان حضرات کو تکلیف ہوتی ہے؟

ارشاد: بلا شبہ اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے بھی توجہ کم فرمادی ورنہ پہلے جس قدر فیوض ہوتے تھے وہ اب کہاں؟ (الملفوظات صفحہ ۵۹ حصہ ۳)

پیران پیر کے نام سے بعض جگہ مزارات یا ان کے مزار کی اینٹ پر عرس کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے بعض جگہ مزار بنالیا گیا ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے مزار کی اینٹ دفن ہے اس مزار میں ایسی جگہ عرس کرنا چادر چڑھانا کیسا ہے وہ قابل تعظیم ہے یا نہیں؟

الجواب: جھوٹا مزار بنانا اور اس کی تعظیم جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ صفحہ ۱۱۶ ج۔۴۔)

مردے کا کھانا

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردہ کے نام کا کھانا جو امیر وغریب کو کھلاتے ہیں کس کو کھانا چاہئے اور کس کو نہیں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا مصلی امیر وغریب سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں بینوا تو جروا۔

الجواب: مردہ کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہے عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے۔ غنی نہ کھائے۔ کما فی فتح القدیر و مجمع البرکات واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احکام شریعت صفحہ ۱۷۳ حصہ دوم)

حیض والی عورت کا کھانا

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حیض والی عورت کی روٹی پکی ہوئی کھانا جائز ہے یا نہ، اور اپنے ساتھ اس کو روٹی کھلانا جائز ہے یا نہ، اور اس عرصہ میں اگر مرجائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ حیض کے کتنے دن ہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب: اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی جائز، اسے اپنے ساتھ کھلانا بھی جائز ان باتوں سے احتراز یہودیوں و مجوس کا مسئلہ ہے۔ سردار دو عالم ﷺ اپنا سر مبارک دھلوانے کے لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قریب کرتے تھے اس وقت آپ گھر میں ہوتیں۔ اور نبی اکریم ﷺ مسجد میں معتکف ہوتے ام المومنین عرض کرتیں، میں حائضہ ہوں، آپ فرماتے حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔ مرجائے تو اس کے لئے ایک ہی غسل کافی ہے حیض کم از کم تین رات دن کامل ہے اور زیادہ سے زیادہ دس رات دن کامل واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ صفحہ ۳۵۶ جلد ۴۔)

پیر سے پردہ

سوال: پیر سے پردہ ہے یا نہیں؟

الجواب: پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: ایک بزرگ عورتوں سے بے حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ میں خود بزرگ صاحب بیٹھے ہیں توجہ ایسی دیتے ہیں کہ عورتیں بے ہوش ہوجاتی ہے۔ اچھلتی کودتی ہیں۔ اور ان کی آواز مکان سے باہر دور سنائی دیتی ہے۔ ایسے سے بیعت ہونا کیسا ہے؟

الجواب: یہ صورت محض خلاف شرع وخلاف حیا ہے۔ ایسے پیر سے بیعت نہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ (احکام شریعت ص ۴ حصہ دوم)

بدعتی کی امامت

سوال: بدعتی اور فاسق کی امامت مکروہ وممنوع ہے یا نہیں؟

الجواب: ہاں! ممنوع ومکروہ ہے۔ دیکھو طحطاوی، درمختار، اور طحطاوی مراقی الفلاح اور تبیین الحقائق امام زیلعی اور ردالمحتار اور غنیۃ اور فتح المعین۔ (عرفان شریعت حصہ سوم ص ۹۴)

مزارات پر عورتوں کا جانا

عرض: حضور اجمیر شریف میں خواجہ کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: غنیۃ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے

یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہوجاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہیں ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔ وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے اور قرآن عظیم نے اسے مغفرت ذنوب کا تریاق بتایا ہے۔ (الملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۱۰۶، ۱۰۷)

اوہام باطلہ

سوال: کیا محرم وصفر میں نکاح کرنا منع ہے۔

ارشاد: نکاح کسی مہینہ میں منع نہیں یہ غلط مشہور ہے۔ (الملفوظ حصہ اول، ص ۳۶)

بزرگان دین کی تصاویر

عرض: بزرگان دین کی تصاویر بطور تبرک لینا کیسا ہے؟

ارشاد: کعبہ معظمہ میں حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل وحضرت مریم کی تصاویر بنی تھیں کہ یہ متبرک ہیں ناجائز فعل تھا۔ حضور ﷺ نے خود دست مبارک سے انہیں دھویا۔ (الملفوظ حصہ دوم ص ۸۷)

بلندی قبر

سوال: قبر میں سے جس قدر مٹی نکلی وہ سب اس پر ڈال دینا چاہئے یا صرف بالشت یا سوا بالشت قبر کو اونچا کرنا چاہئے؟

الجواب: صرف بالشت بھر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: میت کو دفن کرتے ہی آدمیوں کو منتشر ہوجانا چاہئے یا گھر پر آکر فاتحہ پڑھ کر منتشر ہونا چاہئے؟

الجواب: بہتر یہ ہے کہ منتشر ہوجائیں۔ پھر میت کے گھر جانے کو لازم نہ سمجھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۱۴)

امام ضامن کا پیسہ

عرض: امام ضامن کا جو پیسہ باندھا جاتا ہے اس کی کوئی اصل ہے۔

الجواب: کچھ نہیں۔ (الملفوظات صفحہ ۵۷ ج ۳۔)

مزارات پر حاضری اور فاتحہ کا صحیح طریقہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائتی کی طرف جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز میں ادب سلام کرے السلام علیکم یا سیدی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر درودغوثیہ تین بار الحمد شریف تین بار آیت الکرسی ایک بار سورہ اخلاص سات بار پھر درودغوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورۃ یٰسین اور سورہ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الٰہی اس قرات پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے۔ نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندہ مقبول کو نذر پہنچا پھر اپنا جو مطلب شرعی ہو اور جائز ہو اس کے لئے دعا کرے۔ اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے پھر اسی طرح سلام کر کے واپس آئے۔ مزار کو ہاتھ نہ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز اور سجدہ حرام۔ (فتاوی رضویہ جلد نمبر ۴ صفحہ ۲۱۲۔)

سجدہ تعظیمی

مسلمان اے مسلمان! شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت جلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں اس کے غیر کو سجدہ، عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک نہیں وکفر مبین اور سجدہ تحیت حرام وہ گناہ کبیرہ بالیقین۔

(الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ صفحہ ۱۴)

☆☆☆☆☆

اعلیٰ حضرت اور سائنس

از: **غلام مصطفیٰ رضوی**، نوری مشن مالیگاؤں

سائنس ایک تجرباتی علم ہے۔ یہ مشاہدہ و تجزیہ، اسباب و علل اور گہرائی و گیرائی پر بحث کرتا ہے۔ اور ٹھوس و واضح اسباب و دلائل اور نتائج کا استخراج کرتا ہے تاہم اس کا تعلق عقل سے ہے بایں ہمہ نتائج کو حتمی نہیں قرار دیا جاسکتا۔ حواس خمسہ جن کا تعلق عقل سے ہے ان میں غلطیوں کے امکانات ہیں۔ دیکھنا، سونگھنا، چکھنا، چھونا، سننا ان میں غلطیوں کا احتمال ہے۔ لہٰذا ایسے قانون اور دستور کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا جو عیب و شبہ سے بری ہو اور انسانوں کا تشکیل کردہ نہ ہو۔ قرآن مقدس جو مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل ہوا اور جس کا سرچشمہ ''وحی'' ہے وہ کتاب حیات اور قانون کائنات ہے۔ دستور العمل ایسا کہ اس کی روشنی میں ہر مسئلہ و علم، مشاہدہ و فکر کی گتھیاں سلجھائی جاسکتی ہیں بایں ہمہ سائنس جو دور حاضر کی ضرورت بن چکی ہے اس کے نتائج و فیصلے کا انحصار قرآن مقدس کی روشنی میں ہو تو یہی علم راحت و وجہ سکون بن جائے گا۔

ارباب عقل مذہب اور سائنس کو جدا جدا خانوں میں تقسیم کرتے ہیں اور ان میں تضاد مانتے ہیں۔ درحقیقت وہ مذاہب جو اوہام و مفسدات کا مجموعہ بن کر رہ گئے ہیں یا انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں یقیناً وہ سائنس سے متصادم ہیں۔ مثال کے طور پر عیسائیت و یہودیت جسے ان کے قائلین نے مسخ کرڈالا ہے۔ جب اسلام ابتدائی صدی (پہلی و دوسری صدی ہجری) میں دنیا کے بہت سے ملکوں اور خطوں میں پھیل گیا اور جہاں جہاں مسلمان گئے علم و فن، سائنس و حکمت کو ترقی و عروج و فروغ عطا کیا تب ان مذاہب کا یہ حال تھا کہ جہالت کے اندھیروں میں بھٹک کر انسانیت کے رواموز و مسلمات سے روگرداں ہو کر رہ گئے تھے۔ علم و فن اور تجرباتی و مشاہداتی اصولوں کا ان کے یہاں کوئی تصور نہیں تھا۔ بعد میں مسلمانوں کے مدون شدہ علوم اور کتب علمیہ سے استفادہ کرکے وہ ترقی کے مدارج طے کرتے گئے اور مسلمانوں کی غفلت و بے توجہی نے ان کے اپنے رشتے علم و فن سے کمزور کرڈالے۔

اسلام مذہب حق اور فطرت کا دین ہے اس لئے اصلاً سائنس و حکمت سے یہ کہیں متصادم نہیں بلکہ سائنس ہر جگہ اسلام کی تائید پر مجبور ہے بشرطیکہ دیانت دارانہ تحقیق ہو۔ اسلام کے سوا دیگر مذاہب کے حاملین کا مطالعہ و تحقیق نے انھیں ''شتر بے مہار'' کی مثل بنادیا اور وہ دہریت کا شکار ہو بیٹھے۔ اپنی ترقی، قوت و معیشت اور استحکام و سیاست کے لئے نئے نظریات و افکار کا سہارا لیا، سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کے بل بوتے انسانیت کو راحت پہنچانے کی بجائے تباہی و بربادی کے دہانے پر پہنچادیا۔

انیسویں، بیسویں صدی عیسوی کا مذہبی، سیاسی، معروضی، جغرافیائی اور تاریخی مطالعہ ان حقائق کی نشان دہی کرتا ہے کہ کسی طرح مذہب پر (بالفاظ دیگر اسلام پر) سائنس و فلسفہ کے ذریعے کیے گئے اور اسلامی معاشرے میں نمود پانے والے بعض افراد بھی خرید لیے گئے جنھوں نے ترقی و تہذیب کی آڑ میں اسلامی عقائد کی نئی تعبیریں گھڑلیں اور عقائد حقہ سے انحراف کیا ایسے وقت میں غزالی و رازی کے کسی سچے جانشین کی ضرورت تھی۔ اس تناظر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء۔ وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی خدمات اور تحقیق

و تصنیفی سرمائے کا مطالعہ گہرائی و گیرائی کے ساتھ کیا جانا چاہئے۔

تمہیدی پیرائے میں سائنس کے پس پردہ جن یہودی و نصرانی عزائم کی طرف اشارے کیے گئے اس پر کیمبرج یونیورسٹی کے انگریز نو مسلم پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون (وصال ۱۹۹۸ء) کا درج ذیل تبصرہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے جو موصوف نے اپنے مقالہ" The World Importance of Imam Ahmad Raza. میں تحریر فرمایا ہے:

"یہ جدید دور نئی تہذیب کی کامیابی اور پھر ناکامی کا دور ہے۔ سو سال پہلے سائنس پر بہت گہرا اعتقاد تھا۔ اس وقت سے اب تک ہم سائنس کی تنگ دامنی اور بہتر دنیا کی تعمیر میں ناکامی کا مشاہدہ کر چکے ہیں بلکہ سائنس نے اور بھی نئے خدشات کو جنم دیا ہے جس سے سائنس پر یقین ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ اس عہد نے سرمایہ داری کا بحران بھی دیکھا ہے اور سرمایہ داری کے مغربی متبادل کی ناکامی بھی۔" [۱]

اعلیٰ حضرت مسلمانوں کے تعلیمی عروج کے خواہش مند تھے۔ وہ خود ۵۴ رعلوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ان کے نزدیک اصلاً علم "علم دین" ہی تھا بقیہ تمام علوم کو اسی علم کا مرہون منت جانتے تھے۔ اور یہی حق ہے کہ فرض عین علم دین ہی ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ۔ قرآن وحدیث سے صدہا دلائل اس معنیٰ پر قائم کر سکتا ہے کہ مصداق فضائل (علم) صرف علوم دینیہ ہیں وبس۔ ان کے سوا کوئی علم شرع کے نزدیک علم نہ آیات واحادیث میں مراد۔ اگرچہ عرف ناس (لوگوں کے عرف) میں یا باعتبار لغت اسے علم کہا کریں۔ ہاں آلات و وسائل کے لیے حکم مقصود کا ہوتا ہے۔" [۲]

پے در پے ناکامی و پسپائی نے مذاہب باطلہ کو اسلام کے تئیں مضطرب و بے چین کر دیا۔ مذہب حقہ کے عقائد میں شبہات کی نمود کے لئے سائنس کو ذریعہ بنا کر اسلامی افکار پر حملے کئے گئے کہ لاشعوری طور پر مسلمان طالب علم غلط نظریات کو فکر و خیال میں جما لے۔ علوم وفنون سے ہمارے رشتوں کی کمزوری اس حد تک پہنچی کے آج علوم جدیدہ سائنس وحکمت میں موشگافی کے لیے ہم مغرب کی طرف رجوع کرنے پر مجبور رہیں۔ بایں ہمہ ان کے باطل نظریات بھی خیالات میں انتشار پیدا کرنے کا باعث بن جاتے ہیں۔ قرآن مقدس نے فکری وسعت دی ہے اور یہ درس دیا ہے:

وَاَنْزَ لْنَا فِیْهَآ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمْ تَذَ کَّرُوْنَ ۝

"اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں کہ تم دھیان کروں" [۳]

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِ نْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُ وْامِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَ رْضِ فَا نْفُذُ وْا ؕ لَا تَنْفُذُ وْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ

"اے جن وانس کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں، نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے" [۴]

زندگی کا کوئی بھی گوشہ تشنۂ قانون نہیں اسلام نے ہر ہر گوشے کے لئے اصول متعین کئے ہیں اسی لئے قرآن مقدس کی روشنی میں علم وفن کا مطالعہ وتحقیق اور مشاہدہ وتجربہ صحیح سمت رہنمائی کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے یہی فکر قوم کو از بر کروائی کہ کسی بھی نظریے کو اسلام کی کسوٹی پر پرکھا جائے جسے مخالف پایا جائے اسے مسترد کر دیا جائے۔ اس لحاظ سے اعلیٰ حضرت کی دینی خدمات کا یہ باب بھی تابندہ ہے کہ آپ نے جہاں معاشرتی برائیوں اور رسومات قبیحہ کا سد باب فرمایا، بدعات ومنکرات کا رد کیا وہیں سائنس کے راستے وارد ہونے والی فکری بے راہ روی اور نظریاتی تخریب کاری پر بھی قدغن لگایا۔ اس میں کسی طرح کی مداہنت یا مصلحت کو راہ نہ دی۔

سائنس کا نظریہ ہے کہ زمین محو گردش ہے۔ ارباب سائنس دو گردش کے قائل ہیں محوری اور مداری اور گردش ارض کا نظریہ اسلام کے منافی ہے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت نے اس عقیدے کا سخت نوٹس لیا۔ سائنس کے

پیش کردہ دو نظریے سے متعلق ایک سوال پروفیسر مولوی حاکم علی بی۔اے نقشبندی پروفیسر سائنس اسلامیہ کالج لاہور نے ۱۴۔ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیجا اور مذکورہ نظریے کی موافقت میں لکھا:

''غریب نواز کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ سائنس کو اور سائنس دانوں کو مسلمان کیا ہوا پاؤ'' ۵

جواب میں اعلیٰ حضرت نے ایک تحقیقی کتاب ''نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان'' (۱۳۳۹ھ) تحریر فرمائی جس میں نظریہ حرکت زمین کی مخالفت میں قرآن مقدس، احادیث، تفاسیر، اقوال فقہا سے استدلال فرمایا۔ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''قرآن کے وہی معنیٰ لیتے ہیں جو صحابہ وتابعین ومفسرین ومعتمدین نے لئے۔ ان سب کے خلاف وہ معنیٰ لینا جن کا پتہ نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہوسکتا ہے۔'' ۶

کتاب کے اختتام میں پروفیسر مولوی حاکم علی بی۔اے نقشبندی سے مخاطب ہو کر بڑی دل پذیر تعلیم تلقین فرماتے ہیں:

''محب فقیر سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونصوص مین تلاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی، نہ کہ سائنس نے اسلام ۔وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے۔دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے ۔جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو۔سائنس کا ابطال واسکات ہو۔یوں قابو میں آئے گی۔اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہٖ تعالیٰ دشوار نہیں۔'' ۷

حرکت زمین سے متعلق عقلی وسائنسی دلائل پر مبنی ایک کتاب 'فوز مبین در رد حرکت زمین'' کے نام سے قلم بند کی جس میں ۱۰۵۔دلائل سکونِ زمین پر قائم فرمائے اور اسلامی نظریہ ظاہر فرمایا۔کتاب کے تعارف کو اعلیٰ حضرت ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

''یہ رسالہ بنام تاریخی فوز مبین در رد حرکت زمین (۱۳۳۸ھ) ایک مقدمہ اور چار فصل اور ایک خاتمہ پر مشتمل۔مقدمہ میں مقررات ہیئات جدیدہ کا بیان جن سے اس رسالہ میں کام لیا جائے گا۔فصل اول میں نافریت پر بحث اور اس سے ابطال حرکتِ زمین پر بارہ دلیلیں۔فصل دوم میں جاذبیت پر کلام اور اس سے بطلان حرکت زمین پر پچاس دلیلیں ہوئیں جن میں پندرہ اگلی کتابوں کی ہیں جن کی ہم نے اصلاح وتصحیح کی اور پورے نوے دلائل نہایت روشن وکامل بفضلہٖ تعالیٰ خاص ہمارے ایجاد ہیں۔فصل چہارم میں ان شبہات کا رد جو ہیئات جدیدہ اثبات حرکت زمین میں پیش کرتی ہے۔خاتمہ میں کتب الٰہیہ سے گردش آفتاب وسکون زمین کا ثبوت والحمدللہ مالک الملک والملکوت'' ۸

اعلیٰ حضرت کی یہ کتاب انگریزی میں ترجمہ ہو کر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے شائع ہوگئی ہے بعنوان: A fair Success refuting motion of earth۔یوں ہی اعلیٰ حضرت نے مشی گن یونیورسٹی، امریکہ کے سائنٹسٹ پروفیسر البرٹ ایف۔پورٹا کی ایک باطل پیشن گوئی کے رد وابطال میں ایک کتاب تصنیف فرمائی بعنوان: ''معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین'' (۱۳۳۸ھ) یہ کتاب بھی مقبول ہوئی اس سے مسلمانوں کے عقائد میں پختگی آئی۔اس کتاب کے بہت سے ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔انگریزی میں بھی ترجمہ ہو چکی ہے بعنوان: A fair guide on the revolving sun and the static earth.۔اور اس کا اوّل ناشر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا ہے۔

فلسفہ کے قدیم نظریات جو اسلامی اصولوں کے خلاف تھے ان کے ابطال میں بھی اعلیٰ حضرت نے کتاب تصنیف کی جس کا نام'' الکلمۃ

الملھمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ" (۱۳۳۸ھ) ہے۔

اس لحاظ سے ہم اعلیٰ حضرت کی خدمات کا سن ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سال اعلیٰ حضرت نے خصوصیت سے سائنس کے نظریات باطلہ کی اصلاح فرمائی اور حق کو ظاہر فرما کر سائنس کے صالح مطالعے کی سمت رہنمائی کی گویا ہم ۱۹۱۹ء کو سائنس کی اصلاح کا سال کہہ سکتے ہیں۔ گرچہ یہ ہماری کوتاہی ہے کہ ہم نے اعلیٰ حضرت کے ان علمی ورثوں سے وہ استفادہ نہیں کیا جیسا کہ کیا جانا چاہیے تھا اور دنیا کو علم وحکمت کی وہ قدیم دانش نورانی دینی تھی جو مسلمان علماء وحکماء نے پیش کی اور سائنس کو معرفت الٰہی کا ذریعہ بنایا۔ اعلیٰ حضرت نے سائنسی علوم کے تقریباً تمام شعبوں سے متعلق رسائل وکتب تحریر فرمائے ہیں۔ شاہ محمد تبریزی لکھتے ہیں:

"آپ نے سائنس اور علمِ سائنس سے متعلق ہر فن پر کوئی نہ کوئی کتاب یادگار چھوڑی ہے۔ آپ کی تحریریں لازوال ہیں۔ آپ نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اسے اس کی انتہا تک پہنچایا۔" ۹

اعلیٰ حضرت سائنس وحکمت سے مسلمانوں کے رشتوں کو جوڑ کر اس وقار کو بحال کرنا چاہتے تھے جو بغداد وقرطبہ کی تباہی کے بعد مسلمان کھو چکے تھے۔ اور جس فکر کی بنیاد قرآن مقدس، احادیث نبوی اور علماء اسلام کی تحقیقات علمیہ پر تھی۔ ماضی کا مطالعہ گرچہ تلخ ہے لیکن گزری صدی (۲۰ویں صدی) میں عالم اسلام بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کو اعلیٰ حضرت جیسی قیادت جو میسر آئی وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا انعام اور اکرام کہے جانے کی مستحق ہے۔ اس رو سے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے پروفیسر جمیل قلندر کا یہ ریمارک قابل غور ہے:

"تقسیم پاک وہند سے پہلے ہندوستان میں علامہ امام احمد رضا خاں بریلوی دینی پلیٹ فارم پر غالباً وہ واحد شخصیت نمودار ہوئے، جنھوں نے نرے اسپشلائزیشن کی روش سے ہٹ کر علوم وفنون کے بارے میں وہی انسائیکلوپیڈیائی، موسوعاتی، انٹرڈسپلیزی اور ہولسٹک رویہ اپنایا، جو مشرق کے قدیم سائنس دانوں، فلسفیوں، علماء فقہاء اور مؤرخین کا وطیرہ اور معمول رہا ہے۔" ۱۰

جدید سائنس نے عقلیت کو اس قدر بڑھاوا دے دیا ہے کہ فکری وسعتیں سمٹ کر مادیت کو محیط ہو کر رہ گئی ہیں۔ یہاں مادی زندگی تو پیش رو ہے لیکن روحانی زندگی کا کوئی تصور نہیں نتیجہ یہ ہے کہ زندگی کو خوشیوں سے بھرنے کے لیے ناجائز اور باطل ذرائع کا سہارا لیا جا رہا ہے۔ دنیا میں ظلم اور جبر واستبداد کے لئے انسانی جانوں کا ضیاع کوئی معیوب فعل نہ رہا۔ استبداد کا جواز فراہم کرنے والی دنیا کی ان باطل قوتوں کا دائرۂ فکر سائنس کے راستے نمودار ہونے والے نظریات مادیت (Materialism)، واقعیت (Realism) تجربیت (Empiricism) الحادی وجودیت (Existentialism) وغیرہ کے گرد گردش کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی تحقیقات میں ان افراد کی بھی سرزنش کی ہے جو مغرب کے ان باطل نظریات کو اسلامی سوسائٹی میں داخل کر رہے تھے یا ان کی تائید میں اپنے قلم کو جنبش دے رہے تھے۔

اب جبکہ دنیا ایک عالمی گاؤں میں تبدیل ہو چکی ہے۔ فاصلوں کی پہنائیاں لاسمٹ چکی ہیں۔ سائنس کی ترقی نے معیشت وسیاست، حکومت وامارت سب پر اپنے اثرات مرتب کئے ہیں اور سائنس کے فوائد ونقصانات دونوں ہی آشکار ہو چکے ہیں۔ ایسے حالات میں مسلمانوں کو بیدار ہو لینا چاہیے۔ مغرب کا دریوزہ گر بننے کے بجائے اس حکمت سے تعلقات کی بحالی کرنی چاہیے جس کا مبداء قرآن مقدس ہے اس سے یقین کو بھی تقویت ملے گی۔ اعلیٰ حضرت یہی چاہتے تھے کہ مسلمان پہلے مسلمان بنیں اپنے ایمان کو پختہ کر لیں۔ قرآن مقدس کی روشنی میں علوم وفنون کو پرکھیں۔ عقائد واسلامی علوم سے آراستگی کے بعد دیگر علوم (مثل سائنس وحکمت) کا درس لیں اس طرح ان علوم کے شر سے محفوظ رہ کر خیر کا فروغ

کر سکیں گے ۔ بایں ہمہ مطلق عقلی علوم کی تعلیم کو ناجائز بتانے والوں کی مذمت میں رقم طراز ہیں:

"مطلقاً علوم عقلیہ کی تعلیم و تعلم کو ناجائز بتانا یہاں تک کہ بعض مسائل صحیحہ مفیدہ عقلیہ پر اشتمال کے باعث توضیح و تلویح جیسی کتب جلیلہ عظیمہ دینیہ کے پڑھانے سے منع کرنا سخت جہالت شدیدہ و سفاہت بعیدہ ہے۔" [۱۱]

سائنس کی اہمیت و افادیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضروری ہو گیا ہے کہ مسلمان دینی علوم سے مرصع ہو کر سائنس و ٹکنالوجی کے شعبوں میں آگے بڑھیں ۔ قوم کی تعمیر و ترقی اور عقائد حقہ کی ترویج و اشاعت کا پہلو پیش نظر رہے اس خصوص میں اعلیٰ حضرت کی کتابوں اور تحریروں کا مطالعہ فکری ٹھوکر سے محفوظ رکھے گا۔

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

مصادر

۱ امام احمد رضا کی عالمی اہمیت ، از ڈاکٹر محمد ہارون ، مترجم ڈاکٹر ظفر اقبال نوری، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں، ص ۴۔

۲ علم دین و دنیا، از مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی، بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۹، مطبوعہ رضا اکیڈمی مالیگاؤں، ص ۷۔

۳ القرآن الکریم، النور: ۱، کنزالایمان از امام احمد رضا، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی۔

۴ القرآن الکریم، الرحمٰن: ۳۳، کنزالایمان از امام احمد رضا، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی۔

۵ نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان ، از امام احمد رضا، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، ص ۱۵۔

۶ ایضاً، ص ۲۰۔

۷ ایضاً، ص ۵۶۔

۸ فوز مبین در رد حرکت زمین ، از امام احمد رضا، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۳۰۔

۹ روزنامہ جنگ لندن، ۵/اگست ۱۹۹۹ء۔

۱۰ امام احمد رضا ایک موسوعاتی سائنس داں، از پروفیسر جمیل قلندر، معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۳ء کراچی، ص ۸۵۔

۱۱ فتاویٰ رضویہ (مترجم) از امام احمد رضا، جلد ۲۳، مطبوعہ برکات رضا گجرات، ص ۶۳۴۔

☆☆☆☆☆

امام احمد رضا علوم اسلامیہ کے بحر ذخار

(بشکریہ ماہنامہ جامِ نور دھلی، فروری ۲۰۰۷ء)

از: محمد عرفان محی الدین*

محترم خوشتر نورانی! مدظلہ العالی...... سلام مسنون، مزاج گرامی! جنوری ۲۰۰۷ء کے جام نور کے اظہار خیالات کے کالم میں مولانا محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی صاحب نے عالمی سطح پر امام احمد رضا بریلوی کی عبقریت کیسے واضح کی جائے، جو تحریر فرمایا ہے یقیناً قابل غور تحریر ہے، جامِ نور کے تحریری مباحثہ میں ''فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی عبقری شخصیت کے ساتھ اپنوں نے اور بیگانوں نے کتنا انصاف کیا؟'' یہ تحریری مباحثہ فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی عبقری شخصیت کو پہچاننے کے لیے اپنوں اور بیگانوں کے لیے کافی ہے، جس میں ہندو پاک کے جید علمائے کرام کی خدمات حاصل کی گئیں۔

اپنوں میں ایک نام جس کو دنیا نے ایک معروف شخصیت کی حیثیت سے پہچانا ہے، جس کا نام نامی اسم گرامی مفتی عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الجامعہ، جامعہ نظامیہ، حیدر آباد (اے پی) ہیں۔ مولانا محمد فرحت علی صدیقی اشرفی المدنی نے اپنے مقالے میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے، جو روزنامہ رہنمائے دکن حیدر آباد میں شائع ہوا ہے (روزنامہ رہنمائے دکن 29-05-2000)

شیخ الجامعہ نظامیہ مفتی عبدالحمید قدس سرہ آپ کی (یعنی امام اہل سنت احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) جامع شخصیت وعلوم اسلامیہ کی گہرائی پر روشنی ڈالتے ہوئے استقامت ڈائجسٹ کے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں: ''مولانا احمد رضا خان صاحب سیف الاسلام اور مجدد اعظم گزرے ہیں، اہل سنت والجماعت کے مسلک وعقائد کی حفاظت کا ایک مضبوط قلعہ تھے، آپ کا مسلمانوں پر احسان عظیم یہ ہے کہ ان کے دلوں میں عظمت واحترام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء امت کے ساتھ وابستگی برقرار ہے، خود مخالفین پر بھی اس کا اچھا اثر پڑا اور ان کا گستاخانہ لب ولہجہ ایک حد تک درست ہوا، بجا طور پر آپ امام اہل سنت وجماعت ہیں، آپ کی تصنیفات وتالیفات علوم کا ایک بحرِ ذخار ہیں۔''

(ماہنامہ استقامت ڈائجسٹ صفحہ ۲۱۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۷۶ کانپور انڈیا)۔

یہ انٹرویو خود مولانا ظہیر الدین قادری علیہ الرحمۃ نے لیا تھا۔ اور بیگانوں میں سے ایک تذکرہ مولانا عبدالحق ظفر چشتی لاہوری نے اپنے مقالے میں کیا ہے، جو روزنامہ رہنمائے دکن میں شائع ہوا (روزنامہ رہنمائے دکن 29-5-2000) اور وہ بیگانہ شخصیت مولانا سید سلیمان ندوی ہیں جن کے بارے میں مقالہ نگار ماہنامہ ندوہ کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ: ''مولانا سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے، اس احقر نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی چند کتابیں پڑھیں تو میری آنکھیں خیرہ کی خیرہ ہو کر رہ گئیں، حیران تھا کہ واقعی یہ کتاب مولانا بریلوی صاحب مرحوم کی ہیں، جن کے متعلق کل تک یہ سنا تھا کہ وہ صرف اہل بدعت کے ترجمان ہیں اور ان کے مشاغل صرف چند فروعی مسائل تک محدود ہیں، مگر آج پتہ چلا کہ نہیں ہرگز نہیں، یہ اہل بدعت کے نقیب نہیں بلکہ یہ تو عالم اسلام کے اسکالر اور شاہکار نظر آتے ہیں، جس قدر مولانا مرحوم کی تحریروں میں گہرائی پائی

جاتی ہے، اس قدر گہرائی تو میرے استاذ مکرم جناب مولانا شبلی صاحب اور حکیم الامت اشرف علی تھانوی اور حضرت محمود الحسن دیوبندی اور حضرت شیخ التفسیر علامہ شبیر عثمانی کی کتابوں کے اندر بھی نہیں۔'' (ماہنامہ ''ندوہ'' اگست ۱۹۱۳ء ص:۱۷)

علامہ عبدالحق ظفر چشتی مدظلہ العالی نے روزنامہ رہنمائے دکن حیدرآباد انڈیا میں ایک مقالہ ''فاضل بریلوی کی غیر مطبوعہ کتابوں پر ایک نظر'' تحریر فرمایا اس مقالے میں انہوں نے تقریباً چار سو کتابوں کی فہرست پیش کی ہے اور یہ فہرست احقر نے مدیر اعلیٰ خوشتر نورانی صاحب کو ارسال کی ہے۔

فروغ رضویات کے لیے جو ادارے کام کر رہے ہیں، ان میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے ایک عظیم کارنامہ یہ کیا کہ اپنی ویب سائٹ www.imamahmadraza.net(website) پر مخطوطات اعلیٰ حضرت کے نام سے ۱۵۷ صفحات پر مشتمل مخطوطات کو پیش کیا ہے، جن میں اردو، عربی، انگریزی مخطوطات موجود ہیں۔ عربی میں قابل ذکر مخطوطات جو حواشی کی شکل میں موجود ہیں وہ درج ذیل ہیں: (۱) حواشی الفتاوی الخانیہ للامام فقیہ النفس فخر الملۃ والدین قاضی خان (فقہ) (۲) حواشی المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشہورۃ للسخاوی (حدیث) (۳) حاشیہ سنن دارمی شریف (حدیث) (۴) حاشیہ تاج العروس (لغت) (۵) حاشیہ الصراح من الصحاح (۶) حاشیہ کشف الظنون (۷) حواشی المنح الفکریہ (۸) حواشی شرح الصدور للامام سیوطی (۹) حواشی فواتح الرحموت (اصول فقہ)۔

فواتح الرحموت فی شرح مسلم الثبوت حضرت بحر العلوم عبدالعلی لکھنوی علیہ الرحمۃ نے اصول فقہ کی مشہور کتاب مسلم الثبوت کی شرح تحریر فرمائی، جن کا مزار اقدس احاطۂ مسجد والا جاہ چنئی تمل ناڈو میں واقع ہے اور فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے فواتح الرحموت پر حاشیہ تحریر فرمایا اور فواتح الرحموت فی شرح مسلم الثبوت خود ایک ضخیم جلد مخطوطے کی شکل میں محمڈن لائبریری چنئی تمل ناڈو میں موجود ہے، اس لائبریری کی انچارج ڈاکٹر محترمہ صبا مصطفےٰ ہیں۔

مولانا عطاء الرحمٰن قادری رضوی، لاہوری صاحب نے جنوری کے شمارے میں یہ لکھا ہے کہ حاشیہ جدالممتار اب عالمی معیار کے مطابق کراچی سے شائع ہو رہا ہے ا، یہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر ریسرچ کرنے والوں کے لیے ایک عظیم سرمایہ ہوگا۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے حاشیہ شامی جدالممتار علی رد المحتار پر ایک تحقیقی مقالہ مولانا محمد احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارکپور نے تحریر فرمایا ہے، جو علی گڑھ کے سہ ماہی مجلّہ ''تعلیمات'' ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا، یہ تحقیقی مقالہ کتابی شکل دینے کے قابل ہے، جس میں مولانا محمد احمد مصباحی صاحب نے تنویر الابصار (متن) از: علامہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی اور الدر المختار فی شرح تنویر الابصار از: علامہ علاء الدین علی بن محمد حصکفی اور رد المحتار علی الدر المختار (حاشیہ شامی) از: امام احمد رضا خان فاضل بریلوی پر محققانہ تبصرہ فرمایا اور کتب فقہ میں جدالممتار کا مقام بھی واضح فرمادیا ہے۔

☆☆☆☆☆

امام احمد رضا خاں صاحب کا نظریہ تعلیم

از: ارم ناز*

اسلام رب کائنات کی طرف سے انسان کے لئے مکمل نظام زندگی ہے۔ وہ انسان کو پورے طور پر اپنے دائرے میں داخل ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام ہی وہ دین ہے جس کے نزدیک تعلیم کی اہمیت دیگر مذاہب سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کا سب سے بڑا اور واضح ثبوت معلم انسانیت پر نازل ہونے والی پہلی وحی ہے۔

"اقرا باسم ربك الذی خلق"

ترجمہ: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ سورۃ العلق

متعدد مقامات پر قرآن وحدیث میں تعلیمی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اسلام میں تعلیم کا مقصد جہاں معرفت الٰہی حاصل کرنا مقصود ہے وہیں کائنات کے اسرار ورموز پر غور وفکر کر کے زندگی کی حقانیت کو جان کر بسر کرنا ہے۔ اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام علوم ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔

مسلم مفکرین تعلیم نے اپنے زمانے کے اعتبار سے قرآن و حدیث کی روشنی میں نظام تعلیم کو پیش کر کے عملی جامہ پہنچایا مثلاً نظام الملک طوسی، مامون الرشید وغیرہ اسی طرح عالمی سطح پر مسلم مفکرین تعلیم نے بھر پور اور جامع انداز سے تعلیمی پہلوؤں پر اپنی علمیت کے جوہر دکھائے جن میں امام غزالی۔ ابن خلدون۔ ابن تیمیہ شاہ ولی اللہ۔ علامہ اقبال۔ سرسید احمد خان۔ ڈاکٹر سر آغا خان۔ خواجہ غلام السیدین وغیرہ کے علاوہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب نے برصغیر کے حالات اور مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب کے ساتھ انگریزوں کی تعلیمی پالیسی پر کڑی نگاہ رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمہ جہت پہلوؤں پر مبنی نظریہ تعلیم پیش کیا۔

اعلیٰ حضرت کی شخصیت کا ہر پہلو وجیہہ و وقیع ہے ہر جہت میں اس قدر جامعیت ومعنویت ہے کہ اہل فکر ونظر کے لئے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ ان جہات میں وہ کون سی جہت ہے جو سب سے زیادہ دلکش ہے۔ حقیقت ہے کہ وہ ایسا کل ہیں جس کا ہر جز اس درجہ وسیع وبسیط ہے کہ دیکھنے والے کی نظر وفکر اس ایک ہی جز کی وسعتوں اور پہنائیوں میں گم ہو کر رہ جاتی ہے۔

امام احمد رضا خاں صاحب بیک وقت ایک عظیم ادیب خطیب۔ مناظر۔ متکلم۔ محدث۔ مفسر۔ سیاست داں اور ماہر تعلیم تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۴/ جون ۱۸۵۶ء میں بریلی میں پیدا ہوئے اور ۲۸/ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو بریلی میں انتقال فرمایا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب نے برصغیر کے مسلمانوں اور ان کی تعلیمی حالت کا دیگر مفکرین کی طرح بڑا گہرا عمیق مطالعہ کیا اور انہوں نے تعلیم سے متعلق اپنا فلسفہ مختلف مواقعوں پر اپنی تصانیف میں پیش کیا۔ مختلف تصانیف سے جو فلسفہ تعلیم ہمارے سامنے آیا اور جنہیں بنیاد بنا کر اعلیٰ حضرت نے اپنا نظریہ تعلیم پیش کیا اسے حسب ذیل میں اختصار سے پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ نظریہ مرکزیت:

تمام علوم خواہ وہ علوم قدیمہ ہوں یا علوم جدیدہ ان کا مقصد دین کا فہم حاصل کرنا ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک تمام علوم کی تعلیم اس غرض سے ہو کہ قرآن وحدیث، تفسیر سے دین فہمی کا مفہوم ظاہر ہو۔ اسی طرح سے طبعیات۔ ارضیات۔ ریاضی اور کیمیا سے اشیاء کی ماہیئت کو سمجھا جائے۔ نظریہ مرکزیت کی وضاحت کے لئے امام احمد رضا صاحب کی

☆ معاون مرکز تحقیق ومذاکرات شعبہ تعلیم وفاقی گورنمنٹ اردو کالج، کراچی

تصنیف و تالیف سے ایک اقتباس ترجمہ۔ ''علم ہیات، ہندسہ، زیج، لوگار تمات اور فنون ریاضی میں میری مشغولیت حصول مہارت کے لئے نہیں ہوتی بلکہ محض تفریح طبع کے طور پر ہوا کرتی ہے۔ ہاں بعض دفعہ روزہ اور نماز کے اوقات کی تحدید کے لئے اور مسلمانوں کے فائدہ کی خاطر نظام الاوقات مرتب کرنے کے لئے فنون مذکورہ کی جانب بالقصد متوجہ ہوتا ہوں۔''

امام احمد رضا خان صاحب علم دین کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''سب سے زیادہ سب کی جان، سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا۔ جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا۔ چاردانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا اور اس کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔''

امام احمد رضا کے نزدیک تمام اصناف علوم کی تعلیم کا مقصد ومدعا دین فہمی اور اللہ جل وعلا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر چلنا ہے۔ تعلیم اگر خدارسی اور رسول شناسی میں معاون نہیں تو بے کار محض اور تضیع اوقات ہے۔ یعنی یہ کہ علوم جدیدہ ہوں یا علوم قدیمہ فطرت کی جگہ اللہ تبارک تعالیٰ کی حقانیت کو اجاگر کیا جائے تو طلبہ کے فکر ونظر میں حیرت انگیز انقلاب آسکتا ہے اور امام احمد رضا کا نظریہ مرکزیت یہی ہے کہ صرف باری تعالیٰ کی ذات سے مربوط ہو کر ہر علم کی تشریح کی جائے۔

۲۔ نظریہ افادیت:

امام احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک نصاب میں وہ علوم شامل کئے جائیں جو دین و دنیا دونوں میں ''مفید'' ہوں یعنی کہ دین فہمی میں معین ومعاون ہوں اور وہ علوم جو صرف دنیوی مقاصد میں مفید ہوں ان کی تعلیم بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ غیرہ شرعی تصورات سے منزہ ہوں۔ یہاں علوم قدیمہ اور علوم جدیدہ کی کوئی تخصیص نہیں۔ انہوں نے علوم نافعہ اور مفیدہ کا ایک معیار مقرر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ''علم نافع وہ ہے جس کے ساتھ فقاہت ہو۔'' امام احمد رضا نے فقاہت کو معیار افادیت و نافعیت مقرر فرما کر منفعت علم کی وضاحت کی آپ فرماتے ہیں کہ:

۱۔ سب سے پہلے علم دین بقدر کفایت کی تعلیم ضروری ہے۔

۲۔ اس کے بعد ایک جماعت تفصیلی طور پر علوم دینیہ مثل حدیث، تفسیر، فقہ وغیرہ کی تحصیل میں مشغول ہو۔

۳۔ بقیہ افراد امت کے لئے مباح ہے کہ وہ علوم جو دنیوی امور میں کارآمد اور مفید ہوں حاصل کریں ایسا کرنا ان کے لئے مباح ہے۔

۴۔ بغرض تحقیق و تردید فرق باطلہ واوہام نمائے باطلہ ان علوم کی تحصیل جائز ہے۔

الغرض کہ امام احمد رضا خاں صاحب کا نظریہ افادیت ان شرعی علوم کے حصول کی طرفداری کرنا ہے جو بنی نوع انسان کے لئے منفعت بخش ہوں اور ان میں علوم میں قدیمہ اور جدیدہ کا کوئی تصور نہیں۔ اس نظریہ افادیت کو قرآن حکیم کے حوالے سے پرکھا جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ سورۃ العنکبوت۔ ۲۰ میں فرماتا ہے: ترجمہ۔ ''تم فرماؤ زمین میں سفر کر کے دیکھو اللہ کیوں کر پہلے بناتا ہے، پھر اللہ دوسری اٹھان اٹھاتا ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔'' (کنز الایمان)

۳۔ نظریہ حکمت:

امام احمد رضا خاں صاحب نے علوم عقلیہ، سائنس، فلسفہ، منطق، نجوم، ہیئت کی تعلیم کے بارے میں فرمایا کہ ان علوم کو آیات قرآنی، احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں پرکھا جائے۔ سائنس سمیت تمام علوم عقلیہ ترقی پذیر ہیں اور ترقی پذیر شے مکمل نہیں ہوتی قرآنی آیات واحادیث مکمل اور غیر متبدل ہیں یعنی کہ نامکمل کی روشنی میں جانچا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں علوم قدیمہ از قسم منطق، فلسفہ اور علوم جدیدہ مثلاً

سائنس وغیرہ ایک ہی اہمیت رکھتے ہیں۔

امام احمد رضا خاں صاحب تمام علوم کی حقانیت وصداقت کو آیات واحادیث کے غیر متبدل اصولوں پر پیش کر کے حق وباطل کی نشان دہی کرتے ہیں اور اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ سائنس کے تمام اصولوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں پرکھا جائے اور تمام علوم کو مسلمان کیا جائے۔ یعنی کہ سائنس اسلام میں اپنا مقام تلاش کرے اور ترقی کرے۔ سائنس، تحقیق، تلاش اور ایجادات۔ دین وایمان کی تقویت کے لئے ہوں تو ایمان افروز ہوتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جب سائنسی ایجادات مسلمانوں کے پاس تھیں یعنی کے اسلام کے تابع تھیں تو رہنما تھیں۔ علوم اسلام سے ہٹ کر ان کا مقصد ہی بدل گیا ہے۔

٤۔ نظریہ عظمت:

امام احمد رضا صاحب کے نزدیک تمام تعلیمات کا مقصد دلوں میں عظمت مصطفیٰ ﷺ پیدا کرنا ہو۔ آپ تمام علوم کی قوتوں کو مدحت رسول ﷺ کے لئے وقف کرنے کے قائل ہیں اور خود بھی ساری زندگی عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بسر کر دی۔ آپ کے نعتیہ کلام کے ایک ایک لفظ سے عشق ومحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عکس نمایاں نظر آتا ہے۔

٥۔ نظریہ حرمت:

حرمت کا مفہوم یہ ہے کہ تعلیم اور متعلقات تعلیم سب کی عزت کی جائے۔ متعلقات تعلیم میں استاد، کتاب، کاغذ، مکتب وغیرہ شامل ہیں۔ امام احمد رضا کے نزدیک استاد جس نے شاگرد کو ایک حرف بھی سکھایا آقا ہے اور شاگرد بمنزلہ غلام ہے۔ امام احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں کہ ترجمہ۔ ''استاد کے احسان کو فراموش کر دینا ایک مصیبت ہے ایک قاتل بیماری ہے اور علم کی برکات کو زائل اور باطل کرنے والی بیماری ہے۔ (اللہ کی پناہ)۔''

٦۔ نظریہ مہابت:

مہابت سے مراد زندگی میں وقار وسکون کی کیفیت کا پیدا کرنا ہے اور یہی تعلیم کا مقصد ہے کہ زندگی میں وقار وتمکنت پیدا کی جائے۔ مقاصد تعلیم بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ۔ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ علم سیکھو اور علم کے لئے وقار وسکون سیکھو اور جس استاد سے تم نے علم سیکھا اس کے سامنے تواضع اختیار کرو۔''

ہماری موجودہ تعلیم میں یہ زبردست خامی ہے کہ دوران تعلیم یا فراغت تعلیم کے بعد ہمارے تعلیم یافتہ حضرات میں وقار وسکون اور مہابت کا سماں پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم سے فراغت کے بعد طالب علم کی زندگی بے سکون و بے کیف ہی رہتی ہے۔ اس کے قلب وقالب میں بے سکونی اور بے چینی بدستور باقی رہتی ہے بلکہ تعلیم کے بعد اس اضطرابی کیفیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

٧۔ نظریہ للهیت:

خدمت دینیہ کا مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی ہونا چاہئے اس سلسلے میں احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں کہ ترجمہ۔ ''میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو سارے جہانوں کے پروردگار پر ہے اگر وہ چاہے۔'' اور اس بات کی سخت ترین ممانعت کی گئی ہے کہ دست سوال دراز کرنا دور کی بات ہے۔ ''تبلیغ دین اور اشاعتَ دین وحمایت وسنت میں جلب منفعت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصۃً اللہ کے لئے ہو۔''

٨۔ تعلیم اور جلب منفعت:

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے برصغیر میں نظام تعلیم پر گہری نظر ڈالتے ہوئے محسوس کیا کہ ہر شخص اپنی معاشی بدحالی کو دور کرنے کے لئے تعلیم حاصل کر رہا ہے اور ایک وقت ایسا آیا کہ ایک بڑا تعلیم یافتہ گروہ

بے روزگار پھرتا رہا اسی بناء پر انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ ''تعلیم کا مقصود و مدعا خداشناسی و خدارسی ہے۔ تعلیم کی افادیت اسی وقت مسلم ہوگی جب اس سے کوئی شرعی مقصود حاصل ہونا مقصد ہو۔''

امام احمد رضا صاحب نے مزید فرمایا کہ ''محمود شرعی غرض کے لئے علم حاصل کرو۔ رزق علم میں نہیں وہ تو رزاق مطلق کے پاس ہے۔ وہ خود بندوں کا کفیل ہے۔'' اعلیٰ حضرت کی اس بات سے یہ وضاحت ہوتی ہے کہ تعلیم کو محض حصول معاشی کا ذریعہ قرار دیا جائے تو ذہن کے دریچے نہیں کھلتے اور نہ ہی فرد میں تحقیقی اور تخلیقی صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں جبکہ تعلیم صرف محمودِ شرعی کے لئے حاصل کی جائے تو فرد میں تحقیق کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور وہ مختلف زاویوں سے سوچ وفکر کا حاصل بنتا ہے اور اس کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ رازق اللہ ہی ہے اور حقیقی منفعت کا حصول اس کا مطمع نظر قرار پاتا ہے۔

۹۔ نظریہ روحانیت:

امام احمد رضا قدس سرہ نے افتاء کی ذمہ داریوں کے ساتھ تصوف کی تعلیم کو بھی رائج کیا۔ آپ نے علوم نافعہ کثیرہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے تصوف کو بھی ان علوم نافعہ میں شمار فرمایا ہے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ ''وہ علوم جو آدمی کو اس کے دین میں نافع ہوں۔ خواہ اصالۃً فقہ وحدیث وتصوف بے تخلیط وتفسیر قرآن بے افراط وتفریط، خواہ وساطۃً ''مثلاً'' نحو صرف ومعانی وبیان کہ فی نفسہ امر دینی نہیں مگر فہم قرآن وحدیث کے لئے وسیلہ ہیں۔''

امام احمد رضا ایسے تصوف کے قائل اور عامل ہیں جو افراط وتفریط سے پاک ہو۔ چنانچہ امام احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں۔ ''شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع، شریعت منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا۔ طریقت کی جدائی شریعت سے محال ودشوار ہے۔ شریعت پر ہی طریقت کا دارومدار ہے۔ شریعت ہی اصل معیار ہے۔ شریعت ہی وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور جا پڑے گا۔ طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت مطہرہ ہی کے اتباع کا صدقہ ہے۔ جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے۔ وہ حقیقت نہیں بے دینی اور زندقہ ہے۔''

۱۰۔ نظریہ شعروادب:

امام احمد رضا خاں صاحب فقاہت وسیاست کے علاوہ ادب وشاعری میں کمال رکھتے تھے۔

امام احمد رضا خاں صاحب نعتیہ شاعری کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے، بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔''

امام احمد رضا خاں صاحب نے انتہائی محتاط انداز میں نعتیہ شاعری کو کمال منزلت تک پہنچایا۔ آپ نے فرمایا کہ۔

جو کہے شعر و پاس شرع ، دونوں کا حسن کیوں کر آئے
لا اسے پیش جلوۂ زمزۂ رضا کہ یوں!
یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

امام احمد رضا خاں صاحب نے اپنے تمام اشعار کی تشریح قرآن واحادیث کی روشنی اس طرح کی کہ آپ کے تمام اشعار قرآن واحادیث کا عکس نظر آتے ہیں۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہ دوسرا جانا
یا شمس نظرت الی لیلی چو بطیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی میری شب نے نہ دن ہونا جانا

۱۱۔ نظریہ ابتدائی تعلیم:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"کل مولود تولدجوعلی فطرتہ۔"

ترجمہ: کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس کے ماں باپ کی تربیت اسے یہودی یا نصرانی وغیرہ بناتی ہے۔

ابتدائی تعلیم کے متعلق امام احمد رضا خاں صاحب کا نظریہ بالکل واضح اور مکمل ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر پورا کلمہ لا الہ الا اللہ سکھائے جب تمیز آئے آداب سکھائے، کھانے، پینے، ہنسنے، بولنے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ، استاد اور دختر کو شوہر کی بھی اطاعت کے طریق وآداب بتائے۔ قرآن مجید پڑھائے استاد نیک صالح متقی، صحیح العقیدہ سن رسیدہ کے سپرد کرے اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔ عقائد اسلام وسنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی قبول حق پر مخلوق ہے۔ اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔ پڑھانے سکھانے میں رفق ونرمی ملحوظ رکھے۔ موقع پر چشم نمائی تنبیہہ وتہدید کرے۔ مگر ہرگز کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ فساد کا اندیشہ ہے۔ مارے تو منہ پر نہ مارے اکثر اوقات تہدید وتخویف پر قانع رہے کوڑا قچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔ زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت نشاط پر باقی رہے۔ مگر زنہار زنہار بری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یار بد مار بد سے بدتر ہے۔

ابتدائی تعلیم وتربیت بچے کی زندگی میں انقلاب برپا کردیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا خاں صاحب نے بھی ابتدائی دینی تعلیم وتربیت پر زیادہ زور دیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ابتداء میں بچے کی تربیت صحیح اسلامی خطوط پر کی جائے تاکہ بعد میں بچہ بڑا ہو کر اپنے لئے مناسب پیشہ اختیار کرسکے اور ملک ومعاشرہ اور ملت کا مفید رکن بن سکے۔

۱۲۔ نظریہ تعلیم نسواں:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ (حدیث مبارک ہے کہ)۔

"طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمةo"

مذکورہ حدیث مبارکہ کی روشنی میں علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض قرار دیا گیا ہے۔

امام احمد رضا خاں صاحب نہ صرف خواتین کی تعلیم کے خواہاں ہیں بلکہ آپ کے نزدیک خواتین کو بنیادی مذہبی تعلیم مثلاً، طہارت، عبادات اور معاملات کی تعلیم دی جائے۔ اور خواتین کی تعلیم وتربیت کے لئے اعلیٰ کردار نیک سیرت پاکیزہ عورت اساتذہ کا انتخاب کیا جائے۔ جبکہ امام احمد رضا خاں صاحب مخلوط نظام تعلیم سے سخت متنفر تھے۔ بلکہ وہ اسے گناہ کبیرہ تصور کرتے تھے۔

۱۳۔ غیر ملکی امداد اور تعلیم:

امام احمد رضا خاں صاحب کے دور میں برصغیر پر انگریزوں کی حکومت تھی اور ان حالات میں مسلمانوں کو اپنے تعلیمی اداروں کو چلانے کے لئے بغرض تعلیم غیر مسلموں سے امداد لینی پڑتی تھی۔ ان حالات میں امام احمد رضا خاں صاحب نے غیر مسلموں کی امداد کو چند شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا۔

☆ امداد مخالف شرع کاموں کے لئے نہ ہو۔

☆ مخالف شرع کاموں کی ترغیب کے لئے نہ ہو۔

☆ امداد کو کسی قومی مفاد پر ترجیح نہ دی جائے۔

۱۴۔ کتاب اور تعلیم:

امام احمد رضا صاحب کے نزدیک کتاب ذریعہ تعلیم ہے اور دیگر ذرائع مثلاً وعظ۔ خطبہ۔ تبلیغ اور ارشادات (لکچر) فرد کی تعلیم وتربیت میں معاون ہوتے ہیں۔ جبکہ امام احمد رضا خاں صاحب ذرائع علم کے معتبر ہونے کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "علم افواہ رجال

سے بھی حاصل ہوتا ہے۔'' جبکہ علم ہمیشہ معتبر ذرائع مثلاً معتبر کتاب سے حاصل کرنا چاہئے۔

۱۵۔ ذریعہ تعلیم:

ذریعہ تعلیم کے سلسلے میں امام احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا کہ ''ابتدائی تعلیم مادری زبان یا علاقائی زبان میں دی جانی چاہئے جبکہ اعلیٰ تعلیم کے لئے فرد خود مناسب زبان کا انتخاب کرسکتا ہے۔'' چاہے وہ ملکی زبان ہو یا غیر ملکی زبان ہو۔

۱۶۔ تعلیم اور غیر متعلقہ امور:

امام احمد رضا خاں صاحب نے دوران تعلیم غیر مفید اور غیر متعلقہ امور سے وابستگی کو منع فرمایا ہے اور متعصب افراد کو تعلیم دینے سے گریز کی تعلیم دی ہے اور ایسے شخص کو تعلیم دینے کو بے سود قرار دیا ہے۔ کیونکہ متعصب فرد سے خلق خدا کو منفعت حاصل نہیں ہوتی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب نے اپنے فلسفہ تعلیم کو مرکزی حیثیت دیتے ہوئے ندوۃ العلماء کے جلسہ تاسیس میں مسلم اکابرین اور علماء کرام کے درمیان اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا جسے نظریہ تعلیم کی حیثیت حاصل ہوئی اور تمام علماء و اکابرین نے اس کی افادیت اور انفرادیت کو تسلیم کیا۔ اعلیٰ حضرت کا نظریہ تعلیم اتفاقی نہیں بلکہ تمام تر صورتحال کو مشاہداتی طور پر کھا گیا اور اس کی روشنی میں باقاعدہ طور پر پرکھا گیا اور پیش کیا گیا ہے۔

نظریہ تعلیم کے نکات

۱۔ تمام علوم خواہ قدیمہ ہوں یا جدیدہ ان کا مقصد دین کا فہم حاصل کرنا ہو۔

۲۔ نصاب میں وہ علوم شامل کئے جائیں جو دین و دنیا میں مفید ہوں اور دین فہمی میں معین و معاون ہوں۔

۳۔ وہ علوم جو صرف دنیوی مقاصد میں مفید ہوں۔ ان کی تعلیم بھی جائز ہے بشرطیکہ وہ غیر شرعی تصورات سے منزہ ہوں۔

۴۔ علوم عقلیہ سائنس و فلسفہ وغیرہ کو آیات قرآنی و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں پرکھا جائے۔

۵۔ تمام علوم کی علمی قوتیں مدحت و اطاعت رسول ﷺ کے لئے وقف ہوں۔

۶۔ صحیح اسلامی تصوف و اخلاق کو درس گاہوں کی تعلیم کا جزو بنایا جائے۔

۷۔ تعلیم اور متعلقات تعلیم کی عزت و حرمت لازمی ہو۔

۸۔ شاعری کو آداب شریعت کا پابند بنایا جائے۔

۹۔ ابتدائی عمر میں اسلامی تعلیمات پر خصوصی توجہ دی جائے۔

۱۰۔ ابتدائی تعلیم اپنی مادری زبان یا علاقائی زبان میں دی جائے۔

پاکستان کے نظام تعلیم کی اصلاح پذیری اور تمام تر جدید تقاضوں کو پیش نظر رکھنے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کے فلسفہ تعلیم کا اطلاق ضروری ہے۔ چنانچہ درج ذیل میں اس کے عملی اطلاق کے لئے سفارشات پیش کی جارہی ہیں۔

امام احمد رضا خاں صاحب کے نظریہ تعلیم کے عملی اطلاق کے لئے سفارشات

۱۔ پاکستان کے دوہرے نظام تعلیم یعنی دینی اور دنیاوی مدارس میں پڑھائے جانے والی مضامین اور ان کے عنوانات کو اس طرح مرتب کیا جائے کہ اس کے ذریعہ دین فہمی ممکن ہوسکے۔ مثلاً علم ریاضی میں زکوٰۃ، عشر و ترکہ و میراث کے مسائل کو شامل کیا جائے۔ جہاں نفع و نقصان کے ابواب ہوں وہاں سود کے متعلق قرآنی احکام کو درج کیا جائے اس طرح دینی مدارس میں فلسفہ کو تقابلی انداز سے پڑھا کر قرآن و حدیث کی برتری ثابت کی جائے۔

۲۔ پاکستان کے نظام تعلیم میں ہر سطح کے نصاب میں قرآن وحدیث اور اسلام کی تعلیمات کو سمویا جائے اور اس کی روشنی میں درسی مواد مرتب کیا جائے۔ مثلاً ریاضی میں زکوٰۃ وغیرہ ترکہ ومیراث کے مسائل، طب میں اسلامی طبی خصوصیات اور حلال وحرام اشیاء میں تمیز کے لئے متعلقہ فقہی باب، روزمرہ معمولات میں اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونے سے طبی فوائد اور عمل نہ کرنے سے طبی نقصانات اور معاشیات میں اسلامی اصول تجارت اور بینکنگ، اردو ادب میں حمد ونعت اور اسلام کی سیرت کو فروغ دینا۔ انجینئر نگ میں اسلامی فن تعمیر اور علم سائنس میں قرآن کی برتری اور مسلم سائنسدانوں کے کارنامے وغیرہ سے نصاب کو ہم آہنگ کیا جائے۔

۳۔ پاکستان کے نظام تعلیم میں ہر فرد کو کم از کم اتنی معلومات فراہم کی جائیں کہ وہ اسلام کی بنیادی باتوں سے آگاہ ہو اور اپنے روزمرہ امور کی انجام دہی قرآن وسنت کی روشنی میں کرسکے۔ اس کے لئے خصوصی طور پر پرائمری سطح پر ارکان اسلام اور آداب معاشرت کی عملی تربیت دی جائے۔

۴۔ سائنسی مضامین کی تدریس میں قرآن وحدیث کے حوالہ جات دیئے جائیں۔ تمام سائنسی کمالات کی تطبیق قرآنی آیات سے کی جائے تاکہ طلباء کو یہ معلوم ہوسکے کہ سائنس آج ہاں تک رسائی حاصل کررہی ہے قرآن نے چودہ سو سال پہلے اس نکتہ نظر کو بیان کردیا ہے۔ اس سے طلبہ کے ذہنوں میں اسلام کی حقانیت اور مسلمانوں کی عظمت کا احساس فروغ پائے گا۔

۵۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب کے نظریہ کے مطابق دوران تدریس تمام مضامین کی تدریس میں عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو کو پیش نظر رکھا جائے۔ اردو ادب میں عشقیہ غزلوں جھوٹے افسانوں کے بجائے۔ حمد ونعت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق ومحبت کی داستانوں کو زینت بنایا جائے۔ تاکہ طلبہ کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کی شمع کو فروزاں کیا جائے۔

۶۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب کے نظریۂ تصوف و اخلاق کی روشنی میں اہم نصابی سرگرمیوں کو اس طرح تربیت دیا جائے کہ اس میں تصوف کی عملی تربیت کا اہتمام موجود ہو۔

۷۔ نصاب میں صوفیائے کرام رحمہ اللہ علیہ کے حالات کو شامل کیا جائے۔

۸۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب کی سوانح حیات اور نعتیہ شاعری کو اردو ادب میں شامل کیا جائے تاکہ عظیم مفکر کی تعلیم کی کاوشوں سے نئی نسل کو روشناس کرایا جائے۔

۹۔ تربیت اساتذہ کے پروگرام میں ایسے عنوانات شامل کئے جائیں جس سے اساتذہ مزین بااخلاق ہوکر اپنے شاگردوں کے لئے ادب اور احترام کا عملی نمونہ پیش کرسکیں۔

۱۰۔ نصاب میں ایسا مواد شامل کیا جائے جو تعلیم اور متعلقات تعلیم کے ادب واحترام کے متعلق ہو۔

۱۱۔ تعلیمی اداروں میں نظم وضبط واساتذہ کے آداب واحترام اور اساتذہ اور طلبہ کے حقوق وفرائض کے متعلق وضع کردہ قوانین پر سختی سے عملدرآمد کیا جائے۔

جدید نظریہ تعلیم کے تحت نظام تعلیم کو مذہب کے تابع کرتے ہوئے نئی نسل کو مادی ترقی سے روشناس کرانے پر زور دیا جارہا ہے۔ اس اعتبار سے بغور مشاہدہ کیا جائے تو یہ باآسانی کہہ سکتے ہیں کہ پاکستانی قوم کو جدید نظریہ تعلیم سے ہم آہنگ کرنے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب کے نظریہ تعلیم کو عملی طور پر نافذ کیا جائے تو ہماری نظام تعلیم کی تمام تر خامیوں کو دور کرنا ممکن ہے۔ جس کے باعث ہم اپنی شناخت برقرار رکھ کر اکیسویں صدی میں باآسانی پروقار طریقہ سے داخل ہوسکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

2 مصطفائی ہاؤس، نزد ایس ایم لاء کالج محمد بن قاسم روڈ، آئی آئی چندریگر روڈ کراچی فون نمبر: 021-2310259

حوالہ نمبر: ______ تاریخ: ______

ہم ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کو

27 ویں امام احمد رضا کانفرنس کے انعقاد پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

اہم اعلان

گذشتہ برس 11 اپریل 2006ء/ 12 ربیع الاول 1427ء سانحہ نشتر پارک بم دھماکے میں شہید ہونے والے علماء و مشائخ، مختلف تحریکوں اور تنظیموں کے اکابرین کے سوانح خاکی اور بم دھماکے سے متعلق اہم تصاویر، شہداء کے لواحقین کے انٹرویوز ملکی اور بین الاقوامی علمی، ادبی، دینی، سیاسی، سماجی شخصیات کے پیغامات پر مشتمل ضخیم تاریخی مصطفائی مجلّہ کتابی صورت میں شائع کیا جارہا ہے جو کہ ان شاء اللہ 12 ربیع الاول 1428ھ کو میلادِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرکزی اجتماع نشتر پارک، کراچی میں علماء و مشائخ اور ریسرچ اسکالرز کو پیش کیا جائے گا بلکہ دنیا بھر کی لائبریریز اور ریسرچ سینٹرز کو اعزازی طور پر ارسال کیا جائے گا۔ سانحہ نشتر پارک سے متعلق مضامین اور پیغامات یا کوئی اہم معلومات ہوں تو وہ مصطفائی تحریک پاکستان کو ارسال کریں۔

عابد قادری ضیائی

نائب امیر، مصطفائی تحریک پاکستان

0321-8234458

فروغ تعلیم میں امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار

مقالہ نگار: سید صابر حسین شاہ بخاری

ملت اسلامیہ کو پہلا درس تاجدار دو عالم معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا، آپ نے پڑھایا، سکھایا اور سمجھایا۔ دلوں کو حکمت ودانائی کے نور سے منور کیا! مس خام کو کندن بنایا پھر وتدریس کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ کئی صدیاں گذر گئیں یہ سلسلہ روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے۔

دور خلافت راشدہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عہد ہر لحاظ سے نہایت درخشاں تھا ان کے دور میں تمام مفتوحہ ممالک میں ابتدائی تعلیم کے لیے مکاتب قائم کیے گئے۔ اس طرح مسلمان جس ملک میں گئے علم وادب کی آبیاری کرتے گئے، ان کی تعلیم سے مصر، طرابلس، الجزائر، مراکش کے وحشی دنیا کے معلم بن گئے۔ اندلس میں انہوں نے ایسی شمع روشن کی جس نے تمام یورپ کو منور کر دیا۔

برصغیر پاک وہند میں اسلامی حکومت کی بنیاد سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین محمد غوری کی مجاہدانہ مساعی کی مرہون منت ہے لیکن ایک علمی فاتح البیرونی اس سے قبل آچکا تھا۔ جس نے سنسکرت کی تعلیم حاصل کی بعد میں ملک کے علوم کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کی بنیاد ڈالی۔

بقول فرشتہ: سلطان محمود غزنوی کے جانشین شہاب الدین مسعود کے عہد میں بہ کثرت مساجد کی بنیاد پڑی اور ان کے ساتھ مدارس کا بھی انتظام کیا گیا۔ مساجد کے علاوہ بزرگان دین کی خانقاہیں بھی مدارس کا کام دیتی تھیں اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد ہی سلطنت مغلیہ کا زوال شروع ہو گیا اور اشاعت تعلیم کے لیے حکومت کی سرپرستی میں کمی آنا شروع ہو گئی۔

وسط اٹھارویں صدی سے ایسٹ انڈیا کمپنی کا اقتدار رفتہ رفتہ بڑھنا شروع ہوا، جدید انگریزی تعلیم کی تاریخ ۱۷۹۷ء سے شروع ہوئی۔ جب سر چارلس گرانٹ نے اشاعت تعلیم پر ایک رسالہ لکھ کر کمپنی کے ڈائریکٹروں کے سامنے پیش کیا، اس کا خلاصہ یہ تھا کہ ابتداء میں ذریعہ تعلیم ہندوستانی زبان ہو اور بہ تدریج انگریزی کو درجہ دیا جائے۔ ۱۸۳۴ء میں لارڈ میکالے نے اپنی کوشش سے انگریزی تعلیم کا اجراء منظور کرایا۔ اس نے لکھا تھا کہ:

"انگریزی تعلیم حکومت کا فرض ہے انگریزی زبان ہندوستانیوں کے لیے مغرب کے ترقی یافتہ اور وسعت پذیر علوم کا دروازہ کھول دے گی اور ایک زمانہ آئے گا کہ ہندوستان مغربیت کا جامہ اختیار کرے گا اور یہ قوی امید ہے کہ ایک ایسا طبقہ پیدا ہوگا جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی مگر خیالات اور تمدن میں انگریز ہوگا۔"

انگریزی حکومت عیسائیت کی اشاعت میں جُٹ گئی اس نے انگریزی اسکولوں کے نصاب تعلیم میں بائبل کو لازم قرار دیا جو طلباء انگریزی پڑھتے آسانی سے عیسائیت قبول کر لیتے۔ ہندوستان کی ہندی قوم نے انگریزی تعلیم کو قبول کر لیا کہ نوکری حاصل کرنے کا یہی آسان ذریعہ ہے اور انگریزی حکومت کی خوشنودی بھی اس سے حاصل ہو جائے گی۔ (۱)

ان حالات میں مسلمانوں کے تعلیمی نظام اور تشخص کو سخت دھچکا لگا انگریزوں نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر ہند کی معیشت پر نہ صرف قبضہ کر لیا بلکہ ان کے زیر سایہ کئی بد باطن لوگ جن کا تعلق مسلمانوں کے تعلیمی

نظام سے تھا وہ بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخیاں کرنے لگے۔ بساط ہند پر باطل فرقے اپنی تمام تر فتنہ سامانیوں کے ساتھ تسلط جمانے لگے۔ یوں تو اہل سنت کے کئی سرکردہ علماء ان فتنوں کی سرکوبی کے لیے میدان عمل میں آگئے تھے۔ بے شک ان تمام کی کوششیں قابل قدر ہیں، لیکن ان میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ علیہ نمایاں طور پر سامنے آئے اور اپنی شوکت علمی اور تجدیدی کارناموں سے ان طوفانی فتنوں کا رخ موڑ دیا۔ آپ کی تصانیف اور انقلابی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب برپا کردیا۔

ستم ظریفی اور ظلم کی انتہا ہے کہ بعض مدارس اسلامیہ کے سربراہ اور اساتذہ بھی انگریزوں کے دور میں نہ صرف اپنا ایمان وعقیدہ بھی محفوظ نہ رکھ سکے بلکہ کئی بدباطن گستاخی رسول کا ارتکاب کرنے لگے۔ ایک نے معلم کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو شیطان کے علم سے گھٹانے کی ناپاک جسارت کردی، دوسرے نے "خاتم النبیین" کے معنی تبدیل کرکے مرزا قادیانی کی راہ ہموار کردی، تو امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ رحمۃ نے ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی کرتے ہوئے ان اساتذہ کی کفریہ عبارات کی بنا پر ان کی تکفیر کردی، ۱۳۲۴ھ میں حرمین شریفین کے ۳۵ جلیل القدر علماء کرام نے بھی ان کی تائید کردی، بعد میں برصغیر پاک وہند کے علماء کرام نے بھی فتویٰ پر مہر تصدیق ثبت کردی۔

ایسا ہی ایک واقعہ ۱۳۳۵ھ کو جونپور (بھارت) میں ہوا، اسکولوں کے طلباء کو انگریزی کا ایک پرچہ حل کرنے کا حکم دیا گیا جس میں ایسی عبارت ترتیب دی گئی تھی جس کا انگریزی سے عربی ترجمہ کرانا مقصود تھا اور اس انگریزی عبارت میں توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار تھا، مسلمانان جونپور نے ممتحن کی اس بری حرکت کا سخت نوٹس لیا اور وہاں کے مولانا عبدالاول مرحوم نے ۶ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ کو اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت فقیہ اعظم محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک استفسار بھیجا اور گستاخانِ رسول کی اس چال پر فتویٰ طلب کیا، جس میں اہانتِ رسول موجود تھی۔

مولانا عبدالاوّل نے بتایا کہ ایک مسلمان ممتحن کی نگرانی میں دو مسلمان استادوں نے انگریزی سے عربی میں ترجمہ کرنے کے لیے ایک پرچہ مرتب کیا جس میں سب سے بڑے سوال کے نصب نمبر رکھے گئے تھے اس سوال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس میں گستاخی اور توہین کے الفاظ نقل کیے گئے (نقل کفر کفر نہ باشد)

امتحانی پرچے کی عبارت لکھنے کے بعد مسلمانان جونپور اور مولانا عبدالاوّل نے دریافت کیا کہ آیا پرچہ مرتب کرنے والے اس پر نظر ثانی کرنے والے، اس کا دیدہ دانستہ ترجمہ کرنے یا اسے نقل کرنے والے اور ان ناشائستہ الفاظ کا تکرار کرنے والے نام کے مسلمان اسلام میں کس سزا کے مستحق ہیں اور ان کا اسلامی معاشرہ میں کیا مقام ہے؟ (۲)

اس کے جواب میں امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وسنت کی روشنی میں مفصل فتویٰ صادر فرما کر ناموسِ رسالت مآب ﷺ کی لاج رکھ لی، یہاں اس فتویٰ کا پہلا اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

ان نام کے مسلمان کہلانے والوں میں جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتب کیا وہ کافر ومرتد ہے۔ جس جس نے اس پر نظر ثانی کرکے برقرار رکھا وہ کافر ومرتد، جس جس کی نگرانی میں تیار ہوا وہ کافر ومرتد، طلباء میں جو کلمہ گو تھے اور انہوں نے اس ملعون عبارت کا ترجمہ کیا اپنے نبی کی توہین پر راضی ہوئے، یا اسے ہلکا جانا یا اسے اپنے نمبر گھٹنے یا پاس نہ ہونے سے آسان سمجھا، وہ سب بھی کافر ومرتد، بالغ ہوں، خواہ نابالغ۔

ان چاروں فریق میں سے ہر شخص سے مسلمانوں کو سلام، کلام حرام، میل جول حرام، نشست برخاست حرام، بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اُن پر نماز پڑھنا حرام، اس کا جنازہ اٹھانا حرام، اسے

مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اسے ثواب پہنچانا حرام، بلکہ خود کفر وقاطع اسلام، جب ان میں کوئی مرجائے اس کے اعزواقرباء مسلمین اگر حکم شرع مانیں تو اس کی لاش دفع عفونت کے لیے مردار کتے کی طرح بھنگی چماروں سے ٹھیلے میں اٹھوا کر کسی تنگ گڑھے میں ڈلوا کر اوپر سے آگ پتھر جو چاہیں پھینک کر پاٹ بھردیں کہ اس کی بدبو سے ایذا نہ ہو۔ یہ احکام ان سب کے لیے عام ہیں"۔(۳)

ملت اسلامیہ کی ترقی اور نشوونما کے لیے تعلیم بنیادی اہمیت رکھتی ہے لہٰذا ابتدائی عمر ہی سے بچے کو وہ تعلیم دی جائے کہ اس کے دل پر معلم کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت نقش ہو کر رہ جائے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمت اللہ علیہ نہ صرف ایک مدرس محدث ادیب، شاعر اور مفتی بلکہ عظیم عاشق رسول ہیں، آپ نے ساری زندگی ناموس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی کی اور لوگوں کے دلوں میں جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ وتاباں کیا، اسی وجہ سے آج وہ زندہ جاوید ہیں۔ آپ کے نزدیک تعلیم کے مقاصد میں عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اولیت حاصل ہے ایک استفتاء کے جواب میں بچے کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں آپ نے جو کچھ فرمایا اس کے چند نکات ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر لا الہ الا اللہ پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے۔

۲۔ جب تمیز آئے ادب سکھائے، کھانے پینے، ہنسنے بولنے، اٹھنے چلنے پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ، استاد، اور دختر کو شوہر کی بھی اطاعت کے طریق وآداب بتائے۔

۳۔ قرآن مجید پڑھائے۔

۴۔ استاد نیک صالح متقی صحیح العقیدہ سن رسیدہ کے سپرد کردے اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔

۵۔ بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

۶۔ عقائد اسلام وسنت سکھائے کہ لوحِ سادہ فطرت اسلامی وقبول حق پر مملوق ہے اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔

۷۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وتعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان وعین ایمان ہے۔

۸۔ حضور پرنور ﷺ کے آل واصحاب واولیاء علماء کی محبت وعظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت وزیور ایمان بلکہ باعثِ بقائے ایمان ہے۔

۹۔ سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے۔

۱۰۔ علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز وروزہ کے مسائل، توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامت صدر ولسان وغیرہ خوبیوں کے فضائل، حرص وطمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجب وتکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہ برائیوں کے رذائل پڑھائے۔

۱۱۔ پڑھانے سکھانے میں رفق ونرمی ملحوظ رکھے۔

۱۲۔ موقع پر چشم نمائی، تنبیہ، تہدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لیے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ فساد کا اندیشہ ہے۔

۱۳۔ مارنے کو منہ پر نہ مارے۔

۱۴۔ اکثر اوقات تہدید وتخویف (ڈرانے) پر قانع رہے، کوڑا قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔

۱۵۔ زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت پر نشاط باقی رہے۔

۱۶۔ مگر زنہار زنہار بُری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یار بد مار بد سے بدتر ہے۔

۱۷۔ نہ ہرگز ہرگز بہار دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت وغیرہ، کتب عشقیہ وغزلیات فسقیہ نہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکایئے جھک جاتی ہے۔(۴)

ان نکات سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تعلیم و تعلم کے نشیب و فراز سے اچھی طرح باخبر تھے انہوں نے تعلیم کی صورت و اہمیت کو اجاگر کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی وہ مسلمانوں کو بیدار کرتے رہے اور فرماتے رہے:۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

۱۹۱۲ء میں مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو چار نکاتی پروگرام پیش فرمایا تھا وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے اس میں علم دین کی ترویج و اشاعت پر خاص کر زور دیا گیا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دس نکات پر برطانیہ کے نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کو علم دین اور اسلامی تہذیب کو پروان چڑھانا چاہیے تھا تاکہ قوم سیاسی اور معاشی معاملات میں خود مختار ہوتی اسی طرح وہ زیادہ سے زیادہ اسلامی ہوتی۔''

علماء کو ہر قیمت پر ہر چیز پر فوقیت دیتے ہوئے اسلامی تہذیب کی نشو نما اور شریعت پر مبنی اسلامی زندگی کی تشکیل کی رہبری کرنی چاہیے، برطانوی ہندوستان میں مسلمان بآسانی اسلامی تعلیم سے دستبردار ہو رہے تھے، تعلیم یافتہ مسلمان سیکولر اسکولوں اور یونیورسٹیوں کی طرف بڑھ رہے تھے، وہ علماء سے دینی تعلیم حاصل کرنا بھی نہیں چاہتے تھے، یہ بات قوم کو ایک دوسرے سے جدا کر رہی تھی امام احمد رضا نے اس کا جواب علم دین کی ترویج و اشاعت اور اسلامی تہذیب کی نشو نما میں دیکھا اس طرح امام احمد رضا کا منصوبہ تھا، قوم کی خود مختارانہ سیاسی، معاشی اور تہذیبی تکمیل و تنظیم اور یہی تھی اسلام کی تجدید اور اس طرح قوم بین الاقوامی سطح پر عملی کاروائی کے لیے طاقت ور بن جاتی۔(۵)

انجمن نعمانیہ لاہور کے صدر ثانی مولانا شاہ محرم علی چشتی کے ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے فروغ تعلیم کے لیے ایک دس نکاتی پروگرام پیش فرمایا ہے پہلے پانچ نکات ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، باقاعدہ تعلیمی ہوں۔
۲۔ طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔
۳۔ مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں کہ جان توڑ کر کوشش کریں۔
۴۔ طبائع طلباء کی جانچ ہو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کے اس میں لگایا جائے۔
۵۔ ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخوائیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً، وعظاً و مناظرۃً اشاعت دین و مذہب کریں۔ ملخصاً (۶)

اگر آج ان تجاویز پر عمل کیا جائے تو ایک علمی انقلاب عمل میں آسکتا ہے اور اس طرح بدعقیدگی اور بے عملی کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تجاویز کے پیش کرنے سے آٹھ سال پہلے ۱۳۲۲ھ میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی کی بنیاد رکھ دی تھی اور شان اخلاص کا یہ عالم کہ پہلے سال کے تمام اخراجات اپنی جیب خاص سے عنایت فرمائے۔ منظر اسلام کا علمی نصاب بھی ایسا کہ اس میں جامعیت و کاملیت نظر آتی ہے اس گہوارہ علم و فضل کے چرچے دور دراز تک پھیل گئے چنانچہ برصغیر پاک و ہند بنگلہ دیش، عرب و عجم، افریقہ، بغداد، افغانستان، روس اور دیگر ممالک سے طلباء نے یہاں آکر اپنی علمی پیاس بجھائی اور پھر علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے، اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چندان مشاہیر تلامذہ کے اسمائے گرامی ملاحظہ فرمایئے جنہوں نے دنیا میں ایک علمی انقلاب برپا کیا تھا۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان
مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خان

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی
صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی
ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری
محدث اعظم سید محمد محدث کچھوچھوی
شیخ المحدثین سید دیدار علی شاہ الوری
مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی
مولانا عبد السلام جبل پوری
سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد پیلی بھیتی
مولانا حاجی لعل محمد خان مدراسی
مولانا محمد شفیع احمد بیسلپوری
مولانا حسین رضا بریلوی
مولانا مفتی برہان الحق جبل پوری
مولانا رحیم بخش آردی
مولانا احمد مختار صدیقی
مولانا محمد شریف سیالکوٹی
مولانا امام الدین سیالکوٹی
مولانا فتح علی شاہ پنجابی
مولانا سید سلیمان اشرف بہاری
مولانا مفتی غلام جان ہزاروی
مولانا ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی
مولانا ابو البرکات سید احمد شاہ
مولانا سید محمد عزیز غوث
مولانا محمد ابراہیم رضا خان
مولانا سید غلام جان، جام جودھپوری
مولانا شاہ محمد حبیب اللہ قادری

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (۷)

ترے رضا پر تری رضا ہو
اس سے غضب تھراتے یہ ہیں
بلکہ رضا کے شاگردوں کا
نام لیتے گھبراتے یہ ہیں

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد آپ کے خلفاء اور تلامذہ نے فروغ تعلیم میں اہم کردار ادا کیا ہے جو نا قابل فراموش ہے، ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو مراد آباد میں آل انڈیا سنی کانفرس کے موقع پر شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خطبۂ صدارت میں تعلیم وتبلیغ، تعلیم بالغاں، قدیم اور جدید علوم کی ضرورت پر بصیرت افروز گفتگو فرمائی ہے۔ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

"ممبران دیہات میں مسلمانوں کی تعلیم کا انتظام کریں جہاں قریب قریب چھوٹے چھوٹے کئی گاؤں ہوں وہاں دو یا چار گاؤں کے لیے کسی ایک ایسے گاؤں میں مدرسہ قائم کردیا جائے جس میں قریب کے دیہات کے لڑکے با آسانی پہنچ سکیں اور بڑے گاؤں میں جداگانہ مدرسہ کھولا جائے، ان مدارس میں بچوں کی تعلیم کے لیے وقت معین ہو اور ایک وقت جوانوں اور بوڑھوں کو دینیات کی تعلیم دینے کے لیے رکھا جائے اور یہ تعلیم تقریر کے ذریعہ سے ہوتا کہ ناخواندہ لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں، مدرسہ قائم کرتے وقت سب سے پہلے گاؤں کا ایسا شخص تلاش کرنا چاہیے جو تعلیم دینے کی صلاحیت رکھتا ہو اگر لوجہ اللہ اس خدمت کو قبول کرے بہت بہتر ورنہ کوئی قلیل معاوضہ اس کے لیے مقرر کرلیا جائے اور جہاں دیہات میں پڑھے ہوئے لوگ نہ ملیں وہاں لامحالہ باہر سے انتظام کرنا پڑے گا۔(۸)

۲۷ تا ۳۰ /اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس میں آل انڈیا کانفرنس کے موقع پر خلیفۂ اعلیٰ حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے خطبۂ صدارت میں تعلیم کی ضرورت، مدارس دینیہ کی تنظیم کے ساتھ انگریزی دان

حضرات کے لیے دینی تعلیم کا انتظام، سیاسیات، اقتصادیات تاریخ وغیرہ علوم کی تدریس کو زیر بحث لائے، سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے خطبۂ صدارت کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

''کاش ایک مرکز سے سب وابستہ ہوں، مرکز کی نگرانی میں ہر صوبہ میں دفتر ہو، ہر ضلع کا ایک تعلیمی انسپکٹر ہو، ہر جگہ ایک نصاب ہو، ایک ہی پرچہ سوالات کا جواب ہر مدرسہ کا طالب علم دے، ضلع کا مدرسہ تحصیلوں میں شاخیں کھولے اور تعلیم کو اس طرح گاؤں گاؤں پھیلا دیا جائے کہ آنے والی نسل کا ایک فرد بھی جاہل نہ رہ جائے اور چونکہ ہر مسلمان کو مسلمان ہوتے ہی صبح سے شام اور شام سے صبح کرنا ہر ہر منٹ ایک اصولی انسان کی طرح ہوتا ہے برکت تعلیم سے ہر آن اسلامی آن بن جائے، تو پھر اس آن کی وہ آن شان ہے جس کو ہم پاکستان کہتے ہیں۔ دینی تعلیم کی وسعت میں انگریزی دانوں کو لیا جائے۔ ان کو سہولت بہم پہنچائی جائے، ائمہ مساجد کا ایک نصاب ہو اور کوئی امام بے سند نہ رہ جائے، بوڑھوں کے لیے شبینہ مکاتب کھولے جائیں، آسان زبان میں دین کی تعلیم کے لیے کتابیں تصنیف ہوں اور ہر تصنیف پر جمہوریت اسلامیہ کی نگرانی ہو، وہی کتاب سنی پڑھی جائے جس پر جمہوریت اسلامیہ کی تصدیق ہو، علوم جدیدہ کو عربی و اردو زبان میں لایا جائے اور علماء ان سے واقف کیے جائیں، سیاسیات، اقتصادیات و تاریخ وغیرہ کا مستقل کورس ہو، سنی لائبریری، سنی مدرسہ، سنی اسکول، سنی کالج، سنی یونیورسٹی دین و دنیا کی حامل بن جائے اور اس سے ایسے دل و دماغ پیدا کئے جائیں جو صدق و صفا، عدل و وفا، شرم و حیا، جود و سخا دشمنوں سے جدا، اپنوں پر فدا ہونے میں سبقت کا جذبہ رکھتے ہوں اور جس کا جینا مرنا اللہ کے لیے ہو تو پھر آپ یقین رکھیں کہ خلیج بنگال اور بحر ہند کی درمیانی خشکی میں پاکستان ہی پاکستان نظر آئے جو قوم علم میں، عمل میں، اخلاق میں پاک ہو جاتی ہے وہ جہاں قدم رکھ دیتی ہے اس کو پاکستان بنا دیتی ہے۔''(۹)

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مملکت خداداد پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آئی۔ اس میں غالب اکثریت مسلمانوں کی تھی وہ اس میں کیسا نظام تعلیم چاہتے تھے یہ حقیقت بھی سب پر عیاں ہے لیکن آج تک اس میں دہرا نظام تعلیم جاری ہے، نظام کی دوئی کو ختم کیا جائے اور دینی مدارس کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔

(یہ مقالہ امام احمد رضا ایجوکیشنل کانفرنس لاہور ۲۰۰۳ء میں پڑھا گیا تھا)

حوالے

۱۔ دیکھئے: ڈاکٹر احمد شبلی: تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، مطبوعہ لاہور۔ ترجمہ: محمد حسین خان زبیری (مقدمہ)

۲۔ امام احمد رضا بریلوی محدث: گستاخ رسول کی سزا، مطبوعہ لاہور، ص:۴۔

۳۔ امام احمد رضا بریلوی محدث: گستاخ رسول کی سزا، مطبوعہ لاہور، ص:۶۔

۴۔ امام احمد رضا بریلوی محدث: شعلۃ الارشاد الی حقوق الاولاد، مطبوعہ لاہور، ص:۱۲۔

۵۔ سعادت رضا کراچی ۱۹۹۶ء، ص:۹۹۔

۶۔ امام احمد رضا بریلوی محدث: فتاویٰ رضویہ، جلد:۱۲، مطبوعہ ممبئی، ص:۱۳۳۔

۷۔ محمد صادق قصوری، ڈاکٹر مجید اللہ قادری: تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی۔

۸۔ محمد جلال الدین قادری: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مطبوعہ لاہور، ص:۱۴۷۔

۹۔ محمد جلال الدین قادری: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مطبوعہ لاہور، ص:۲۷۰۔

تحریک فکر رضا بمبئی:

سرگرم اشاعتی ادارہ

از: غلام مصطفیٰ رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی حنفی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۲۱ء) نے عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو خوشبو پھیلائی اس سے سارا گلشن اسلام مہک مہک اٹھا۔ آپ نے ایک ہزار سے زائد کتابیں، تالیفات اور حواشی تحریر فرمائے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات اور افکار و نظریات پر دنیا بھر میں سینکڑوں اشاعتی ادارے قائم ہو چکے ہیں اور علماء محققین اعلیٰ حضرت کے علم وفن اور خدمات پر نئے نئے گوشے منکشف کر رہے ہیں۔ اشاعتی اداروں میں اولین قائم ہونے والے ادارے مرکزی مجلس رضا لاہور، المجمع الاسلامی مبارکپور، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی اور رضا اکیڈمی ممبئی ہیں جن سے تحریک پا کر بہت سارے ادارے افکار رضا کو عام کرنے میں مثبت و تعمیری انداز میں تگ و دو کر رہے ہیں اور ان کے اثر و نفوذ روز افزوں بڑھ رہے ہیں۔

تحریک فکر رضا ممبئی ایسا ادارہ ہے جس نے عالم گیر سطح پر فکر رضا کو عام کرنے میں مخلصانہ کردار ادا کیا ہے۔ دنیا بھر کے ارباب علم و قلم اور علماء دانشور حضرات اس ادارۂ کی خدمات کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں اور اس ادارے کی پھلنے پھولنے کی دعاؤں سے اپنے لبوں کو تر رکھتے ہیں۔ تحریک فکر رضا نے جواں سال متحرک وفعال شخصیت جناب محمد زبیر قادری صاحب کی قیادت و نیابت میں اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان میں درجنوں لٹریچر ہزاروں کی تعداد میں شائع کر کے ملک بھر میں ہی نہیں بیرونی ممالک بھی پہنچائے ہیں اور عقائد اہل سنت کو متعارف و عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ تحریک فکر رضا کا دائرۂ کار بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کا ترجمان سہ ماہی مجلّہ افکارِ رضا نئے نئے موضوعات لے کر جلوہ گر ہوتا ہے اور یہ برصغیر کا معروف ومقبول رسالہ بن گیا ہے۔

افکارِ رضا کی ادارت کے فرائض سنجیدہ وسلیم طبع کے مالک جناب محمد زبیر قادری انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے پاکیزہ جذبات اور شوق کا یہ عالم کہ دنیا بھر میں رضویات پر کام کرنے والے علماء و دانشور حضرات تک دس سال سے بلا قیمت افکار رضا پہنچا رہے ہیں۔ اور صلہ وستائش سے بے پرواہ ہو کر اخلاص کے ساتھ اپنے سوز دروں کے ذریعے نوجوانوں میں اور پڑھے لکھے افراد میں رضا کی ذات وخدمات کا بھرپور تعارف کروا رہے ہیں۔

حسن تحریر کے ساتھ ہی حسن اشاعت و طباعت بھی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں بھرپور توجہ درکار ہے کہ متعلقہ مواد کو صحتِ کتابت اور صاف ستھری طباعت کے ساتھ منصۂ شہود پر لایا جائے۔ لٹریچر میں جاذبیت ایسی ہو کہ قارئین خود مائل ہوں اور پھر مطالعہ کے بعد تحریر کا باطنی حسن بھی آشکار ہو اس سلسلے میں محمد زبیر قادری صاحب اور ان کے رفقائے کار نے بھرپور توجہ دی ہے اور اپنے ادارہ کی مطبوعات کو عمدہ و دلکش انداز میں شائع کر کے منظر عام پر لایا ہے۔

کچھ عرصہ قبل جدید دور کی ضرورت کو محسوس کوتے ہوئے افکارِ رضا کو انٹرنیٹ پر بھی مہیا کر دیا گیا ہے جس پر افکارِ رضا پڑھا بھی جاسکتا ہے اور اپنے کمپیوٹر میں ڈاؤن لوڈ بھی کیا جاسکتا ہے۔ تحریک فکر رضا کی مذکورہ انٹرنیٹ سائٹ کا ایڈریس ہے: www.fikreraza.net علاوہ ازیں اس سائٹ پر سواداعظم اہل سنت و جماعت کی بہت سی اہم کتابیں اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی میں دی گئی ہیں۔

افکارِ رضا میں جگہ پانے والی تحقیقی وتنقیدی مباحث سے قلمی ذوق رکھنے والے ارباب علم کی تحریری تربیت کا بہت کچھ سامان ہوا ہے اس کے مثبت مزاج نے رضویات کے باب میں نئے نئے عناوین کے ساتھ فکر کو مہمیز کیا ہے۔ سہ ماہی افکارِ رضا کا مطالعہ کرو تو محسوس ہوتا ہے کہ ایک بزم علم آراستہ ہے، فکر رضا کی خوشبوئیں اٹھ رہی ہیں اور پھیلتی ہی جاتی ہیں، قاری کا دائرہ فہم بڑھتا جاتا ہے اور دل روشن ومنور ہو جاتا ہے۔ کتنے ہی تعلیم یافتہ افراد جو فکری کجی کا شکار تھے انھوں نے افکار رضا کے مطالعہ کے ذریعہ اپنی اصلاح کی اور غلط فہمی کو دور کر کے محبت اعلیٰ حضرت کو دل میں بسایا۔ گویا افکار رضا حق وصداقت کا جام نور ہے جس سے سیراب ہونے والا رضا کا ہی ہو کر رہ جاتا ہے اور بصیرت و بصارت بھی نور پا جاتے ہیں۔

قرطاس وقلم سے ذوق رکھنے والے افراد کے حوصلے افکار رضا کی وساطت سے پروان چڑھے ہیں۔ راقم نے خود تحقیقی ذوق افکار رضا سے پایا ہے اور اس کے سنجیدہ مضامین نے ذہن پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب مکرم شافع محشر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل تحریک فکر رضا اور سہ ماہی مجلہ افکارِ رضا کے اشاعتی دائرے کو مزید وسعت دے اور محمد زبیر قادری، اراکین ومعاونین تحریک فکر رضط کے عزم وحوصلہ کو استحکام بخشے نیز وسائل کی فراوانی عطا کرے۔ آمین۔ ہم اپنے سرپرست محترم الحاج محمد سعید نوری دامت برکاتہم العالیہ، برادرِ گرامی حافظ شکیل احمد رضوی، جناب محمد میاں مالیگ اور نوری مشن کے ارکان واعوان کی طرف سے تحریک فکر رضا کے کارکنان کو ھدیۂ تہنیت پیش کرتے ہیں اور ان کے حق میں دعا گو ہیں۔

☆☆☆☆☆

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

از: ڈاکٹر محمد انور خان

انسان سائنسی ترقیوں کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا تو دوسری جانب جنگِ آزادی 1856ء میں بہتے ہوئے خون کو دیکھ کر خرف زدہ تھا، ساتھ ہی زمین سے ہوائی سفر کر کے منزل کی جانب چل کر دنگ کر رہا تھا۔ سائنسی ایجادات فوٹو جو کہ نہ قلم سے نہ ہی پتھر سے بنا، شراب کی آمیزش والی دوائیں بن چکی تھی، دھات کی چین والی گھڑی ضرورت بننے لگی، ٹرانسسٹر (ریڈیو) پر تلاوتِ قرآن کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی، تمباکو کی ایجاد نے اپنے حکم کا مطالبہ کر دیا۔ معاشرے میں خواتین بے پردہ گھر سے نکل کر مزارات کی جانب جانے لگیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعریف کے لئے کئی انسٹرومنٹ مزید مغرب سے آچکے تھے، وہیں سیاسی طور پر حکومت کی تبدیلی سے ہندوستان کو دارالحرب مانا جائے یا دارالاسلام۔ اسی طرح کے ہزار ہا مسائل سامنے آکر مطالبہ کر رہے تھے کہ کوئی ایسی شخصیت ہے جو کہ شریعت کے علم سے واقف ہونے کے ساتھ علمِ سائنسی، علمِ سیاست وغیرہ پر بھی عبور رکھتی ہو۔

ماہِ رمضان المبارک، لیلۃ القدر اور عید الفطر کی خوشیاں مسلمان حاصل کر چکے تھے، بڑھتے بڑھتے ہوئے چاند میں ۱۰ رشوال المکرم ۱۴ رجون ۱۸۵۶ء کو بریلی (یوپی) کے محلے جسولی کے ایک علمی گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ اس بچہ نے خداداد علمی صلاحیتوں کے جوہر قاعدہ پڑھنے ہی سے دکھانا شروع کر دیے، عالم شباب میں ہی فنون عربیہ اور علمِ دینیہ کے ماہر مشہور ہو گئے۔ علم تفسیر، علمِ حدیث اور علم فقہ میں ایسے القابات ان کے نام کے ساتھ آنے لگے کی انجانے کو محسوس ہوتا کہ یہ کوئی عمر کے لحاظ سے بڑی شخصیت کے حامل فرد ہیں، ان کی مثل اس دور میں ناممکن تھی۔ اکثر برصغیر کے علماء استفادہ حاصل کرتے۔ جیسے جیسے عمر بڑھتی گئی ویسے ویسے علوم کی تعداد بڑھ کر ۱۰۰ ارتک جا پہنچی۔ جس کی تصدیق ہزاروں جلیل القدر علمی شخصیات نے کی جن کا تعلق نہ عجم بلکہ عرب سے بھی تھا۔ جس کی گواہی ۱۰۰۰ (ایک ہزار) کے قریب علمی کتب اور عالمگیر شہرت یافتہ ترجمہ قرآن کنزالایمان کے ساتھ آپ کا اسلامی انسائیکلوپیڈیا فتویٰ رضویہ کے ۱۲ رجلدوں (جدید ۳۰ جلدوں) پر مشتمل ہزاروں صفحات ہیں، آپ نے اکثر وقت فتویٰ نویسی میں گزارا جو کہ اس وقت کی ضرورت تھی۔

آپ کے پاس نہ صرف ہندوستان بلکہ افریقہ تک سے سائلین کے سوالات آتے۔ ۱۸۶۹ء سے ۱۸۸۰ء تک آپ کے مسودات کو بیک وقت ۴ رافراد تحریر فرماتے۔ یہ افراد ابھی فارغ بھی نہ ہوتے کہ پانچواں صفحہ تیار ہو جاتا۔ آپ نے معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں اور دورِ جدید کی گمراہیوں کے خلاف فقیہانہ شان کے ساتھ جہاد کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جسٹس مفتی سید شجاعت علی خان قادری (سابقہ جج وفاقی شرعی عدالت) کہتے ہیں کہ "جب میں مولانا احمد رضا خان کی تصانیف کا مطالعہ کرتا ہوں تو ان کو اسلاف کے مسلک سے منحرف نہیں پاتا بلکہ منحرفین کے تعاقب میں لگا پاتا ہوں"۔ آپ حج کے لیے عرب جاتے ہیں تو وہاں بھی علماء جوق در جوق آپ سے استفادہ حاصل کرنے آتے ہیں اور چند گھنٹوں میں الدولۃ المکلیہ نامی کتاب دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ بغیر کسی کتاب کی مدد کے عربی زبان میں ایسی تحریر دریا کو کوزے میں بند کرنے کی مثل ہے۔ عشق

رسالت ﷺ ان کی ایسی خصوصیت تھی کہ ان کی فکر کو خوشبو کی طرح ہر جانب پھیلا رہی تھی۔ اس دور کے شاعر نہ صرف فنِ شاعری پہ توجہ رکھے ہوئے تھے اس دور سے اب تک تمام شاعروں سے زائد آپ کا کلام مشہور ہوا اور آپ کے کلام پر پی ایچ ڈی کرنے والے بھی سامنے آئے۔ آپ کا پیغام یہی ہوتا۔ ''مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' یورپ، امریکہ کی فضاؤں میں گونجنے لگا جب ہی آپ کے نظریات کے مخالف اسکالر کوثر نیازی کہتے ہیں کہ ''تمام شعراء کا کلام ترازو کے ایک پلڑے میں اور دوسرے میں یہ کلام ہو تو اس کا وزن زیادہ ہوگا۔ پوری دنیا میں سب سے زیادہ یہی کلام پڑھا جاتا ہے۔''

کئی شعبہ جات آپ کو ستاروں کی محفل میں چاند کی طرح ممتاز اور منور کر دیتے ہیں۔ آپ نے وہ شمع روشن کی جو نہ صرف اندھیرے میں بلکہ اجالے میں بھی راہ دکھاتی ہیں۔ پوری تابانی سے اس نیر تاباں کے پیغام کی جانب متوجہ کرتی ہے۔ آج بھی اگر کوئی علوم قدیمہ اور جدیدہ رکھتا ہے وہ زبان سے اقرار کرتا ہے کہ جب سے میں نے ان کی کتابیں پڑھنا شروع کیں لگتا ہے اس سے قبل کچھ پڑھا ہی نہیں تھا۔

آپ کی تحریریں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا درس دیتی ہیں، آپ نے اپنے نام کے ساتھ عبدالمصطفیٰ تحریر کرتے تھے اسی لیے آپ کی تحریریں پھولوں کا گلدستہ بن جاتیں کہ ہر ذوق کے شخص کو اپنی پسند کا پھول اس کنزالفنون شخصیت کو عالمِ اسلام اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، پروانہ شمع رسالت ﷺ، محافظ ناموس رسالتِ وختمِ نبوت ﷺ، قاطع شرک وبدعت، چودھویں صدی کی عظیم ترین شخصیت، حامی سنت، اللہ کی عظیم نعمت، امام عشق ومحبت، وارث علوم نبوت ﷺ، سپہ سالار عصمتِ انبیاء علیہ السلام، رہبر شریعت، قندیلِ طریقت، محسنِ قوم وملت، وحید العصر، یکتائے زمانہ، فدائے رسول ﷺ، صاحب علم مصطفیٰ کریم ﷺ کے عاشق یعنی عبدالمصطفیٰ امام احمد رضا خان کے نام نامی سے یاد کرتا ہے۔ آپ کا وصال ۲۵ رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۱ء میں ہندوستان کے شہر بریلی میں ہوا۔ دنیا بھر میں آپ کے عقیدت مند آپ کا عرس مناتے ہیں۔ آپ کے نام سے منسوب ہزاروں تعلیمی ادارے، مذہبی انجمنیں قائم ہیں۔ برصغیر کی واحد علمی شخصیت ہیں جن پر پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے والے سب سے زیادہ ہیں۔ برصغیر پاک وہند کے علاوہ دنیا کی مختلف جامعات میں اعلیٰ حضرت کی علمی، مذہبی وسیاسی خدمات پر مزید تحقیقاتی کام جاری ہے اور کئی اسکالر پی۔ ایچ۔ ڈی اور ایم فل کی اسناد حاصل کر چکے ہیں۔ جب تک عشق رسول ﷺ زندہ رہے گا آپ کا نام لیا جاتا رہے گا۔

☆☆☆☆☆

رضا کے باغ میں یاربّ بہاروں پر بہار آئے

از: علامہ ساجد علی ساجدؔ بریلوی

رضائے مصطفےٰ میں رہتے تھے وہ خندہ پیشانی
جبینِ عشق مضطر سجدۂ تعظیم کی خاطر
وہ روشن چاند سا چہرہ وہ کوشبو ان کی زلفوں کی
یَدُاللّٰہ فَوق ایدیھم کا ان پردست شفقت تھا
بظاہر چلتے پھرتے تھے وہ سب کے سامنے لیکن
بہت سمجھایا باطل کومگر باطل نہ باز آیا
قلم نے رکھ دیا باطل کا سرتن سے قلم کرکے
زبان ان کی قلم ان کا نظر ان کی قدم ان کا
کسی کے نام کا طغرا بناہو جیسے بستر پر
بہ وقتِ نزع بھی وہ دے رہے تھے یہ سبق آخر
مجھے عادت بگڑنے کی انہیں بگڑی بنانے کی
سراپا لکھ دیا ہم نے جہاں تک ہوسکا یارو
رضا کی ہیں جیتی جاگتی تصویر پہچانو
انہیں کے دم سے ہے یاں علم کا اچھا بھلا چرچا
نہ دیکھے چین پڑتا ہے نہ بے دیکھے قرار آئے
کسی صورت دل وحشی کی وحشت کم نہیں ہوتی
رضا کے باغ میں یاربّ بہاروں پر بہار آئے
یہ کہہ کر ساجد مئے کش ہوتے ہیں روانہ اب
بہت چل نکلا تو ساجد بڑی باتیں بناتا ہے

رضائے نفس کی دن رات وہ کرتے تھے قربانی
مگر غالب تھا رعب حُسن پھر کیوں جھکتی پیشانی
کہ جیسے چاندنی راتوں کو مہکے رات کی رانی
کہ دستِ حق پرست ان کا تھا دستِ شاہ جیلانی
قدم اٹھتا تھا ہر دم جانبِ محبوبِ سبحانی
قلم اٹھا جو دیکھا سرسے اونچا ہوگیا پانی
نہ دی حق نے یہ مہلت بھی کہ منہ سے مانگتا پانی
وہ سوناجاگنا ان کا ہر اک شئے شمعِ نورانی
بوقت خفتن ان کی ہوتی تھی یہ شکل نورانی
کہ ہم کوتم کو سب کو ایک دن ہے موت بھی آنی
میں جب پھنستاہوں مشکل میں نکلتا ہوں بہ آسانی
زیادہ چاہو دیکھو مصطفےٰ (۱) کی شکل نورانی
یہ سونے پر سہاگہ فیض نوری سے ہیں نورانی
بریلی ہے ابھی نام ونشانِ علم ربانی
دکھائی دیں تو روتاہوں جو چھپ جائیں پریشانی
محبت کو کسی نے سچ کہا ہوتی ہے دیوانی
پھلیں پھولیں یہ جیلانی (۲) بحق شاہ جیلانی
مبارک ساقیا تجھ کو یہ تیری بزم عرفانی
تجھے خوف خدا کچھ ہے رضا کے آگے لسانی

(ارسال کردہ علامہ حسن علی رضوی بریلوی میلسی)

(۱) مراد سیدنا مفتی اعظم شہزادہ اعلیٰ حضرت (۲) مراد سیدنا علامہ محمد ابراہیم رضا جیلانی (علیہما الرحمۃ)

کلیاتِ مکاتیب رضا : بے شک ایک بڑا کام ہے

مولانا سید رکن الدین اصدق چشتی*

جامع کمالات شخصیتوں کے زرنگار قلم سے وقتاً فوقتاً جب مکتوبات حیّزِ تحریر میں آتے ہیں، تو وہ محرر کی زندگی کا آئینہ بن جاتے ہیں۔ ان مکتوبات میں وہ سب کچھ مل جاتا ہے، جوان کی مجمع البحرین ذات کی سیرت وسوانح مرتب کرنے کے لئے مطلوب ہوتا ہے اور ایک فنکار ان مکتوبات کی روشنی میں محرر کی سوانح حیات مرتب کرڈالتا ہے۔ اس لئے کہ ان میں علمی گہرائی وگیرائی بھی ہوتی ہے اور اخلاقی قدریں بھی، جودتِ طبع بھی ہوتی ہے اور فکر کی بلندیاں بھی، خیالِ خاطرِ احباب کی لذّت بھی ہوتی ہے اور خردہ نوازی کی جلوہ سامانیاں بھی، اسلاف کی عقیدت کا عنصر بھی ہوتا ہے اور صالح عقائد ونظریات کی جھلکیاں بھی، اقرباء کے درد ومحبت کا پہلو بھی ہوتا ہے اور جماعتی درد وکرب کی اثر انگیزیاں بھی۔

اولیائے محققین کے مکتوبات کی جمع وترتیب کا سلسلہ بہت دراز ہے۔ اس لئے کہ ان کے مکتوبات ان کی کسی بھی تصنیف سے عوام کیلئے کم نفع بخش نہیں۔ کتاب کسی خاص موضوع کو محیط ہوتی ہے اور مکتوبات کا مجموعہ رنگارنگ پھولوں کا گلدستہ ہوتا ہے۔ کوئی پھول کسی کے نازکِ طبع کوراس آتا ہے اور کوئی پھول کسی کے افتادِ طبع کے موافق ہوتا ہے۔ المختصر یہ کہ افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ مکتوباتِ اہلِ دل اور اہلِ قلم عوام وخواص سبھوں کیلئے ایک گرانقدر تحفہ ہے۔

لیکن باکمال شخصیتوں کی پچاس ساٹھ سالہ طویل زندگی میں پھیلے ہوئے علمی ودینی خطوط کے جمع اور ترتیب کا کام بڑادشوار ہے۔ کب کب، کہاں کہاں اور کس کس کے نام خطوط لکھے گئے اور کہاں کہاں وہ اب تک محفوظ ہیں، تقریباً ایک صدی بعد یہ معلوم کرکے ان کی فراہمی کس قدر مشکل مرحلہ ہے، شاید یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ ایسے عزمِ صمیم کا پیکر، جوجنون کی حدتک اس کام سے دلچسپی رکھتا ہےم، وہی یہ صبر آزما کام انجام دے سکتا ہے۔

دسمبر ۲۰۰۶ء کے عشرۂ اخیرہ میں بمبئی کے سفر کے دوران عزیز گرامی مولانا حافظ سید سیف الدین اصدق چشتی کے بدست کلّیات مکاتیب رضا، کی دوضخیم جلدین گرامی قدر مولانا ڈاکٹر جابر شمس مصباحی کے مکتوب کے ساتھ دستیاب ہوئیں۔ کتاب دیکھتے ہی مجھے کام کی اہمیت کے ساتھ ساتھ مرتب کی عرق ریزیوں کا بھی اندازہ ہوگیا۔ میں اپنے سفر کی طوفانی مصرفیات اور مشاغل کے ہجوم کے باعث کتاب کو بالاستعاب نہ دیکھ پایا۔

کتاب پر تاثر وتبصرے کا حق تو اس وقت ادا ہوتا، جب اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز کے اکثر مکاتیب کے خصائص بیان کئے جاتے اور جگہ جگہ سے آپ کی پرنور تحریروں کی جھلکیاں دکھائی جاتیں۔ مگر افسوس اس بے بضاعت سے ایسا ممکن نہ ہوسکا۔ سرسری طور پر چند اوراق ہی دیکھ پایا اور بالکل رواں دواں انداز میں یہ چند سطریں سپرد قلم کرسکا۔

اس سلسلے میں میری سب سے بڑی مجبوری یہ ہے کہ میں ان دنوں کئی سوصفحات پر مشتمل ''حیاتِ اصدق'' نامی کتاب کی ترتیب میں مصروف ہوں۔ جس کا آستانہ چشتی چمن کے سالانہ عرس اپریل ۲۰۰۷ء میں اجراء ہونا ہے۔ تقریباتِ عرس کی تاریخیں قریب آتی جارہی ہیں اور کام ابھی بہت باقی ہے۔ اس لئے کسی اور طرف توجہ دینے کا چنداں موقع نہیں ہے۔ اگر تنگیٔ وقت

☆ چیف ایڈیٹر ''جامع شہود'' بہار شریف، نالندہ، بہار، انڈیا۔

کا یہ عارضہ لاحق نہ ہوتا، تو میں اپنے فہم ناقص کے مطابق تبصرے کا کچھ حق ادا کر پاتا۔

اعلیٰ حضرت کو معتوب کرنے والوں سے میں اتنی گذارش کروں گا کہ وہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے نام لکھے گئے چند مکتوب کا ٹھنڈے دل سے مطالعہ کرلیں۔ جس کی سطر سطر اس بات کی گواہ ہے کہ یہ مکتوب صرف احقاق حق اور ابطالِ باطل کے پیش نظر معرض تحریر میں آئے ہیں۔ کفری عبارتوں سے توبہ ورجوع کا مطالبہ صرف اس لئے ہے کہ امت مرحومہ کو افتراق وانتشار سے بچایا جاسکے اور ملت کا شیرازہ منتشر نہ ہونے پائے اور سچ یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف کی ہٹ اور ضد کی وجہ کر اعلیٰ حضرت کی یہ حق بداماں آرزو پوری نہ ہوسکی۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے نام حلّت غراب کے مسئلے پر جو خطوط تحریر کئے گئے ہیں۔ اس میں بھی نفسیانیت کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ایک خالص شرعی اور فقہی مسئلے کی حنفی اصولوں پر وضاحت طلب کی گئی ہے۔ ایک حرام پرندے کو زبردستی حلال ثابت کرنے کی رشیدی فتویٰ میں جو کوشش کی گئی ہے، اس کوشش نا کام پر اعلیٰ حضرت نے چالیس علمی وفکری سوالات اس لئے قائم کئے ہیں کہ قائل کو حلّت غراب (کوا حلال) کے مسئلے سے توبہ اور رجوع پر آمادہ کیا جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان سوالات سے اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرت، تجر علمی اور جرح و تعدیل کی بے محابا صلاحیت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔

لیکن افسوس! مولوی صاحب موصوف کی ''انا'' قبولِ حق میں مانع رہی اور وہ ایک ایسی چیز کو حلال کہہ کر چلے گئے کہ آج ان کے اتباع (ماننے والے) بھی کھلے عام اسے حلال کہنے کی ہمت نہیں کرتے اور نہ ہی اس حکم پر عمل کر کے عوام کو دکھا سکتے ہیں ۔کتنے بے باک ہیں وہ لوگ، جو جرم کرنے والوں کی پکڑ نہیں کرتے۔ جرم کے ارتکاب پر جس نے پوچھ دیا کہ ایسا کیوں؟ اسی کو موردالزام ٹھہراتے ہیں۔

شاگردوں اور عزیزوں کے نام جو خطوط ہیں۔ ان میں اخلاص عمل اور اصلاح باطن کا وافر سرمایہ موجود ہے۔ عالم اگر قناعت پسند طبیعت نہ پائے اور حرص دنیا سے دامن کش نہ ہو، تو خدمتِ دین میں ہرگز اخلاصِ عمل نہیں پایا جاسکتا۔ صوفیاء اپنے مریدوں کو اسی اخلاص کی مے پلایا کرتے تھے، تو وہ خلوص کے پیکر بن کر ہدایتِ خلق کا سامان بن رہے تھے اور اساتذہ اپنے تلامذہ کو اخلاص کے سانچے میں ڈھالا کرتے تھے، تو دین پرور علماء پیدا ہورہے تھے۔

مکاتیب رضا پر جب آپ نظر کریں گے تو دنیا اور طمعِ دنیا سے اجتناب کی تعلیم کے حسین نمونے بھی نظر آئیں گے اور متقدمین کی تعلیمات کا عکس اُس میں بہت نمایاں نظر آئے گا۔ ملک العلماء حضرت مولانا شاہ ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ کے مکتوب کے جواب میں یوں رقم طراز ہیں۔

''آپ کا خط دربارہ پریشانیٔ دنیا آیا تھا۔ ہفتے ہوئے، اس کا جواب آج دوں، آج دوں، مگر طبیعت علیل، بار بار بخار کے دورے اور اعدائے دین کا ہر طرف سے ہجوم، ان کے دفاع میں فرصت معدوم، علاوہ اس کے سو سے زائد جواب فتاویٰ کے، اس مہینے میں چار رسالے تصنیف کر کے بھیجنے ہوئے، میری تنہائی اور ضعف کی حالت معلوم۔

اس سے اعتماد رہتا ہے کہ عدمِ جوابی کو اعذارِ صحیحہ پر خود محمول فرمائیں گے۔ اس خط کے جواب میں چاہتا تھا کہ آیات و احادیث دربارہ مذمتِ دنیا و منعِ التفات بہ تمولِ اہل دنیا لکھ کر بھیجوں۔ مگر وہ سب بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں۔ فلاں کو دست غیب ہے، فلاں کو حیدرآباد میں رسوخ ہے، یہ تو دیکھا، یہ نہ دیکھا کہ آپ کے پاس بعونہٖ تعالیٰ علم نافع ہے۔ ثبات علیٰ سنت ہے۔ ان کے پاس علم نہیں، یا علم مضر ہے۔ اب کون زائد ہے، کس پر نعمتِ حق بیشتر ہے۔

دنیا سجنِ مومن ہے۔ سجن میں اتنا آرام مل رہا ہے۔ کیا محض فضل نہیں۔ دنیا فاحشہ ہے۔ اپنے طالب سے بھاگتی ہے اور ہارب کے پیچھے دوڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کے لئے قوت کفاف بس ہے''۔

اعلیٰ حضرت کے اس مکتوب کے چند پہلو انتہائی قابل غور ہیں:

اوّلاً یہ کہ ۱۳/ رقعدہ ۱۳۳۹ھ کو یہ مکتوب رقم کیا گیا اور ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو اعلیٰ حضرت کا وصال ہوگیا۔ اس حساب سے موت سے تین ماہ دس دن پہلے مکتوب گرامی تحریر میں آیا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی مظلوم زندگی آخر دم تک کس قدر مصروف کار تھی۔

ثانیاً یہ کہ ایک نیاز مند شاگرد کے خط کے جواب میں کچھ تاخیر ہوئی۔ اس کی کئی مجبوریاں بیان کرنے کے بعد فرمایا ''عدم جوابی کو اعذار صحیحہ پر خود محمول فرمائیں گے'' اس جملے میں فروتنی، انکسار اور خردہ نوازی کا جذبہ کس قدر نمایاں ہے۔ یہ کسی بھی اہل نظر سے مخفی نہیں۔

ثالثاً یہ کہ'' یہ تو دیکھا'' یہ نہ دیکھا، کے بعد جو کلمات ارشاد ہوئے ہیں۔ وہ مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے اس فرمان عالی شان سے کس قدر ہم آہنگ ہیں۔ شاید بتانے کی ضرورت نہیں۔ مولیٰ علی فرماتے ہیں۔

رَضینا قسْمة الجبّار فینا لَنا علم'' و للجهّالِ مَالْ

رابعاً یہ کہ، دنیا سجن مومن ہے، سے آخر تک جو جملے بیاں ہوئے۔ اس سے تنگی اور تنگ دستی کے شکوہ کو دبا کر جذبۂ تشکر کو بیدار کیا گیا ہے۔ جو لاریب انِ شکر تم لَاز ید نکمْ کے فرمان کی طرف مشیر ہے۔

خامساً یہ کہ'' دنیا فاحشہ ہے'' کہہ کر جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ اولیائے محققین کی روشن تحریروں کی طرف راہنما ہے۔ سلطان المحققین سیدنا شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔'' خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تمام برائیوں کو ایک خانے میں رکھا، جس کی کنجی دنیا کی محبت ہے اور تمام نیکیوں کو اس خانے میں جمع کردیا، جس کی کنجی ترکِ دنیا ہے۔''
(مکتوبات صدی ص ۴۶۸)

خط کا آخری جملہ'' دنیا میں مومن کا قوت کفاف بس ہے'' یہ قناعت کی نہایت حسین و دل آویز تعلیم ہے۔ ان ہی روشن تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ پہلے کے علماء دنیا سے گریزاں اور آخرت کے جویاں نظر آتے تھے۔ اب ہر مولوی سرمایہ داروں سے آنکھیں لڑانا چاہتا ہے اور بنگلہ سجانے میں ان کے ہمدوش ہونے کا خواہاں دکھائی دیتا ہے۔

''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر یہ چند باتیں تحریر میں لائی گئیں۔ ورنہ عدیم الفرصتی کے ساتھ ساتھ مجھ بے بضاعت کے اندر اتنی لیاقت کہاں کہ اعلیٰ حضرت کے مکتوبات کے خصائص مالہ، وما علیہ بیان کرسکے۔ یہ چند سطریں بھی اس لئے تحریر کی گئیں تاکہ عوام اہل سنت یہ جان سکیں کہ فاضل جلیل حضرت مولانا غلام جابر شمس مصباحی نے مکاتیب رضا کو ترتیب دے کر ایک مہتم بالشان کارنامہ انجام دیا ہے۔ جس کے لئے وہ پوری ملت کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں اور رضوی اداروں اور اکیڈمیوں کی طرف سے انعام وایوارڈ کے حقدار بھی ہیں۔

مولائے کریم بکرم حبیبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مولانا کے علم و عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور صحت وسلامتی کے ساتھ دین کی خدمات جلیلہ پر تادیر انہیں مامور رکھے۔ خود بھی شادر ہیں، گھر بھی ان کا آباد رہے اور ملت کی بہار بن کر جماعت پر ہمیشہ چھائے رہیں۔

ع ایں دُعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

صاحبِ کتاب سے رابطہ کا:
Dr. Ghulam Jabir Shams Misbhi
201, Gzala Glaxy, Nr. Kurnal Shoping Centre,
Naya Nagar, Mira Road (E). Mumbai 401107
Ph : (022) 56293619 / 09869328511
E - mail : ghulamjabir@yahoo.com

"جدّ الممتار" کا سفر بریلی سے کراچی

بقلم: مولانا محمد اسلم رضا قادری، مدیر "دار أهل السنّة"، کراچی

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی تقریباً ایک ہزار تصنیفات وتعلیقات میں سے بہت سی تحریرات اب تک شائع نہیں ہو پائیں، انہیں میں سے "حاشیہ ابن عابدین" بنام "ردّ المحتار" پر امام احمد رضا کی تعلیقاتِ نفیسہ وجلیلہ بنام "جد الممتار" کی تکمیلِ طباعت ہے، "جد الممتار" کی جلدِ اول (کتاب الطهارة و کتاب الصلاة) ۱۹۸۲ء اسی کتاب کا عکس لیکر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے ۱۹۸۵ء میں کراچی سے شائع کیا وجلد ثانی (کتاب الزکاة تا کتاب الطلاق) ۱۹۹۴ء میں صدر مدرّس جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ، حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی صاحب اور ان کے رفقاء نے "المجمع الإسلامي" مبارکپور اعظم گڑھ سے شائع کی، جس میں سے جلدِ اول کی طباعت کا مرحلہ حیدر آباد دکن میں طے ہوا، جبکہ جلد ثانی "رضا اکیڈمی" بمبئی کے تعاون سے شائع ہوئی۔ یہ اشاعت اپنے زمانے کے تقاضوں کو بھر پور انداز میں پورا کرتے ہوئے کی گئی، مگر موجودہ زمانے میں اُس انداز کی طباعت تقریباً نا قابلِ قرأت تصور کی جاتی ہے، جبکہ عرب حضرات خصوصاً اور ان کی اتباع میں اہلِ پاک وہند بھی عموماً کمپیوٹرائزڈ کتابیں پڑھنے کے عادی ہو چلے جا رہے ہیں۔ لہٰذا راقم نے ۱۹۹۷ء میں مادرِ علمی جامعہ اشرفیہ میں دورانِ تعلیم مخلص ومشفق اساتذہ کی تربیت وذہن سازی کے نتیجے میں یہ نیت وعزمِ مصمم کر لیا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تمام عربی تصانیف کو جدید زمانے کے تقاضوں کے مطابق عالمی سطح پر ممکنہ حد تک عمدہ اور خوبصورت ترین انداز میں شائع کیا جائے۔ جس سے دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ جاذبیت اور تشویق وترغیب قرأت کا افادہ بھی حاصل ہو؛ لہٰذا ترجیحی بنیاد پر "جدّ الممتار" کو فوقیت دی گئی، جس کے لیے مبارکپور سے کی گئی اِس کی اشاعتِ اول نے سنگِ میل کا کام دیا اور ساتھ ہی ساتھ اس کا ایک قلمی نسخہ حضرت علامہ مولانا قاضی عبد الرحیم بستوی صاحب مفتی مرکزی دار الافتاء اہلِ سنت بریلی شریف کی نوازشوں سے حاصل ہوا۔ یہ نسخہ قاضی صاحب قبلہ کے اپنے قلم سے نقل کردہ ہے جسے انہوں نے اپنے استادِ محترم حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ صاحب کے نسخے سے نقل کیا، جبکہ علامہ غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمہ کا نسخہ خود سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے دستی نسخۂ مبارکہ سے منقول تھا، مبارکپور کے نسخۂ مطبوعہ اور قاضی صاحب کے اِس نسخۂ مخطوطہ کی وجہ سے ہمیں کتاب کی تحقیق اور ترتیبِ جدید میں انتہائی مدد ملی، جس کے لئے ہم اِن دونوں حضرات کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔

چونکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے ضخیم ترین، گراں قدر، مایۂ ناز اور شہرۂ آفاق "فتاویٰ رضویہ" میں "ردّ المحتار" (فتاویٰ شامی) کی بے شمار ایسی عبارات نقل فرمائی ہیں جن پر امامِ اہلِ سنّت علیہ الرحمہ نے بحیثیتِ تعلیق لکھتے والے اپنے ایسے استدراکات، تحقیقات اور افادات بھی تحریر فرمائے ہیں جو "جد الممتار" میں شامل نہیں، اور چونکہ بقول قبلہ قاضی صاحب ودیگر بعض علمائے کرام سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی یہ خواہش تھی کہ ان تعلیقات کو بھی "فتاویٰ رضویہ" سے "جدّ الممتار" میں نقل کر دیا جائے؛ تاکہ اس کی اِفادیت مزید تر ہو؛ چنانچہ ان حضرات کے حکم کی تعمیل میں اُن تعلیقات کو بھی اِس اشاعتِ جدیدہ میں شامل کر لیا گیا ہے، البتہ اس طرح کی تعلیقات کو نقل کرتے ہوئے عبارت کے شروع میں

بریکٹ کے اندر یہ عبارت اس طرح لکھ دی گئی ہے: [قال الإمام أحمد رضا في "الفتاوى الرضوية":] تاکہ اصل "جدّ الممتار" اور فتاویٰ رضویہ سے منقول شدہ عبارات میں امتیاز کیا جاسکے۔ نیز ''فتاویٰ رضویہ'' سے منقول ہر عبارت کے انتہاء میں اس کی تخریج بھی کردی گئی ہے؛ تاکہ اصل مقام سے رجوع کرنا آسان ہو، البتہ ''فتاویٰ رضویہ'' کے مختلف نسخوں میں سے معیار ''رضا فاؤنڈیشن'' لاہور سے مطبوعہ نسخے کو بنایا گیا، ہاں! اس نسخے کی اغلاط کی تصحیح کے لئے ''رضا اکیڈمی'' بمبئی سے شائع کردہ نسخے سے مدد لی گئی ہے۔

چونکہ اس وقت دنیا میں "ردّ المحتار" (حاشیہ ابن عابدین شامی) کے قدیم وجدید متعدد نسخے پائے جاتے ہیں لہٰذا ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا کہ فتاویٰ شامی کی تخریج کرتے ہوئے جلد اور صفحہ نمبر کس نسخے کے مطابق لکھیں، جبکہ دنیا میں پائے جانے والے نسخوں میں اب تک کا ثقہ ترین نسخہ ہمارے سامنے ''دار الثقافہ''، دمشق کا مطبوعہ تھا، جس کی تحقیق شیخ حسام الدین فرفور ابن شیخ صالح فرفور نے کی ہے۔ اس سلسلے میں، میں نے جب اپنے استاذِ محترم مفتیِ اعظم پاکستان مفتی عبد القیوم ہزاروی صاحب علیہ الرحمہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے اس قدر سہل اور مؤثر انداز میں میری اس مشکل کو آسان فرمادیا کہ بے ساختہ میری زبان پر انگریزی کا محاورہ Old is Gold جاری ہوگیا۔ قبلہ مفتی صاحب نے فرمایا کہ آپ کسی بھی ایک نسخے کو میعار بنالیں اور اس میں شامی کی عبارت کی تخریج کرتے ہوئے باب، مطلب، جلد اور صفحہ نمبر وغیرہ کا حوالہ دیتے ہوئے یہ نشاندہی بھی کردیں کہ علامہ شامی علیہ الرحمہ کا یہ قول "درّ مختار" کی کس عبارت کے تحت ہے، چونکہ "درّ مختار" کی عبارت مختصر ہے لہٰذا آپ کے ذکر کردہ باب ومطلب کی مدد سے "ردّ المحتار" کی عبارت تک بآسانی پہنچا جاسکتا ہے اور اس طرح دنیا میں جس کے پاس "ردّ المحتار" کا جو بھی نسخہ ہو وہ آپ کی شائع کردہ "جدّ الممتار" سے بآسانی استفادہ کرسکتا ہے۔ سبحان اللہ! کیا ہی عمدہ رہنمائی فرمائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ۔

اس کے ساتھ ہی قبلہ مفتیِ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے یہ بھی فرمایا کہ ''مولانا! میں "جدّ الممتار" کی تخریج وتحقیق کا کام شروع کرواچکا تھا، مگر جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ بھی اسی کتاب پر کام کررہے ہیں تو میں نے ارادہ ترک کردیا اور اب یہ کام آپ کے سپرد ہے اور آپ کو ہر حال میں اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے''۔ اللہ تعالیٰ استاذِ محترم قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار وتجلّیات کی بارش نازل فرمائے اور ہمیں ان کی نیک اُمیدوں اور حسنِ ظن کے مطابق "جدّ الممتار" کی تکمیل کرنے میں اور اس کے بعد امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی دیگر عربی تصانیف وتعلیقات کو عموماً پاک وہند اور خصوصاً عالمِ عرب میں نشر کرنے کی توفیق وسعادت بخشے، آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

اسی طرح راقم کے کرم فرما، استاذ الاساتذ، حضرت علامہ محمد حنیف خاں رضوی دامت برکاتہم العالیہ، پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف نے جد الممتار کی تمام جلدوں پر تخریج وتحشی کا کام مکمل کرلیا تھا لیکن جب انہوں نے سنا کہ فقیر نے کام مکمل کرکے اشاعت شروع کردی ہے تو ازراہِ شفقت انہوں نے اس کی اشاعت روک دی اور اس کی اطلاع فون پر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کو بھی دیدی تھی۔

اشاعتِ جدیدہ "جدّ الممتار" کی خصوصیات

۱۔ عبارتِ "جدّ الممتار" کا مطبوعہ ومخطوطہ نسخوں سے مقابلہ۔

۲۔ جدید نسخوں میں سے "دار الثقافة" دمشق کے مطبوعہ نسخے کو معیار بنایا گیا ہے جب کہ نسخِ قدیمہ سے ''المطبعة الميمنيّة''، قاہرہ۔ مصر کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

۳۔ قرآنی آیات واحادیثِ نبویہ شریفہ اور نصوصِ فقہیہ وغیرہ کی اصل مآخذ ومراجع سے تخریج، البتہ تخریج صرف ان نصوص کی کی گئی ہے جو "جدّ

الممتار'' میں شامل ہیں، جبکہ ''ردّ المحتار'' کی عبارت میں منقول آیات واحادیث و دیگر نصوصِ فقہیہ وغیرہ کے لیے صرف شامی ہی کی تخریج پر اکتفاء کیا گیا ہے اس طور پر کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے علامہ شامی کی جس عبارت پر تعلیق رقم فرمائی ہے وہ ''ردّ المحتار'' میں کس مقام پر ہے؛ یہ اس لیے کہ ''ردّ المحتار'' کی عبارات میں واردنصوص کی تخریج ''دار الثقافة'' دمشق کے نسخہ میں کرلی گئی ہے۔

۴۔ان مقام کی نشاندہی جن کی طرف اشارہ کرتے وقت امام اہلِ سنّت نے اشارۃً فرمایا: سيأتي يا كما قدّمنا یاانظر ما كتبت على ''البحر'' أو على ''الفتح'' یاكما حقّقناه في فتاوانا وغیرہ۔

۵۔تمام معلّق علیہا عبارت کا ترتیب وار نمبر شمار۔

۶۔فتاویٰ رضویہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی ان تمام عبارات کو نقل کیا گیا ہے جو علامہ شامی کی کسی عبارت سے متعلّق ہیں۔

۷۔جن انبیاء، صحابہ، اولیاء وعلماء اور کتب کا امامِ اہلِ سنّت نے ذکر فرمایا ہے۔ حاشیہ میں ان کے مختصر حالات لکھ دیئے گئے ہیں اسے عرب اپنی اصطلاح میں تراجمِ أعلام اور تراجمِ کتب کہتے ہیں۔

۸۔آخر میں قرآنی آیات، احادیثِ نبویّہ شریفہ، تراجم اعلام، تراجم کتب، موضوعات، مآخذ ومراجع مخطوطہ اور مآخذ ومراجع مطبوعہ کی علیحدہ علیحدہ فہرستیں مرتّب کی گئی ہیں اور ان سب کے آخر میں فهرس الفهارس دے دی گئی ہے۔

۹۔علاماتِ ترقیم یعنی فل اسٹاپ، کاماز، کالن، سیمی کالن، سوالیہ نشان اور علامتِ تعجب (۔ ، : ؛ ؟ !) وغیرہ کا التزام؛ تاکہ پڑھنے والے کو پڑھنے میں آسانی ہو۔

اب تک دار أهل السنّة کراچی سے ''جدّ الممتار'' جلداول (كتاب الطهارة) کی اشاعت ہوچکی ہے، جبکہ جلدِ ثانی (كتاب الصّلاة) طباعت کے آخری مراحل سے گزر رہی ہے اور بقیہ چار جلدوں پر تحقیقی کام اپنی مناسب رفتار کے ساتھ جاری ہے، ان شاء اللہ اس طرح ''جدّ الممتار'' کا یہ مبارک سفر بریلی شریف سے کراچی تک چھ جلدوں میں تکمیل کو پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل، معلم کائنات ﷺ کی نگاہِ کرم اور بزرگوں کی دُعاؤں بالخصوص حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مصطفیٰ رضا قادری نوری بریلوی نوراللہ مرقدہ کی تائیدِ غیبی، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ رحمۃ کے خصوصی فیضان سے ہمارے ادارے ''دار اهلسنة'' اور سنّیوں کے دیگر اشاعتی اور تحقیقی اداروں کو بہتر اور مؤثر ترین انداز میں اشاعتِ دین کی توفیق عطا فرمائے اور اسے ہم سب کے لیئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

(آمین بجاہ سیّدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم)۔

☆☆☆☆☆

کون ھے برطانوی سَامراج کا سندیافته ایجنٹ

از: علامہ یٰسین اختر مصباحی*

جماعت اسلامی ہند کے ترجمان سہ روزہ ''دعوت'' نئی دہلی مؤرخہ ۷ ستمبر ۲۰۰۶ء میں بعنوان ''برطانوی سامراج کے وفادار اور بھی تھے'' پڑھ کر حیرت ہوئی۔ مضمون نگار نے خالد محمود (مانچسٹر) کی کتاب ''مطالعۂ بریلویت'' سے کئی الزامات نقل کر کے حضرت مولانا فضل رسول بدایونی، حضرت شیخ احمد زینی دحلان مکی اور امام احمد رضا بریلوی کو برطانوی سامراج کا وفادار ثابت کرنے کی بے بنیاد اور ناپاک کوشش کی ہے۔ اس مضمون کے جواب کیلئے اختصار واجمال کے ساتھ یہاں کچھ حقائق پیش کئے جارہے ہیں۔

ا: مضمون نگار کا یہ لکھنا کہ ''قادیانی تحریک اور رضاخانی تحریک میں کوئی فرق نہیں۔'' جہالت وشرارت کا شاہکار نمونہ ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب ودجال تھا۔ جسکے خلاف امام احمد رضا بریلوی نے کئی کتب ورسائل تحریر فرمائے۔ بریلی سے شائع ہونیوالے اپنے رسالہ کا نام ہی انہوں نے یہ رکھا تھا ''قہر الدیان علی مرتد بقادیان'' انکے صاحبزادہ حضرت مولانا حامد رضا بریلوی کے ایک رسالہ کا نام ہے ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' ایک استفتاء کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں:

''مجدد کا کم از کم مسلمان ہونا تو ضروری ہے اور قادیانی کافر مرتد تھا۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم مطبوعہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ، یوپی)

شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کی تحقیق یہ ہے کہ ''قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے۔ اور دونوں اس تحریک کی پیداوار ہیں جسے عرف عام میں ''وہابیت'' کہا جاتا ہے۔''

(ص: ۲۶۲۔ اقبال کے حضور۔ از نذیر نیازی۔ اقبال اکیڈمی ۱۹۷۱ء)

۲: علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی مقتدر عالم دین تھے۔ وہابیت ونجدیت کے سخت مخالف تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے ''سیف الجبار''، ''بوارق محمدیہ'' وغیرہ متعدد کتابیں لکھیں۔ مولانا فیض احمد عثمانی بدایونی آپکے بھانجے تھے جنہوں نے مولانا احمد اللہ مدراسی، جنرل بخت خان، ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادی کیساتھ انقلاب ۱۸۵۷ء میں قائدانہ کردار ادا کیا تھا۔

شیخ احمد زینی دحلان مکی شافعی مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ اور شیخ الاسلام تھے۔ ترکی عہد حکومت میں آپکو بے حد اعزاز واکرام حاصل تھا۔ شیخ احمد زینی دحلان نے وہابیت ونجدیت کے خلاف متعدد کتابیں لکھیں اور اس فتنے کے استیصال میں سعیِ بلیغ کی۔

دُنیا جانتی ہے کہ برطانوی جاسوس ہمفرے نے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ذہن سازی کر کے شیخ نجدی کے ہاتھوں وہابی فکر وتحریک کی بنیاد ڈالی اور برطانوی جاسوس کرنل لارنس نے عربوں کو عموماً اور آل سعود کو خصوصاً ترکوں کے خلاف باغی بنا کر انہیں آمادۂ پیکار کیا اور کئی سوسالۂ عظیم الشان ترکی حکومت کا خاتمہ کیا۔ اس سلسلے میں برطانوی سامراج اور آل سعود کے درمیان ۱۹۱۵ء میں تحریری معاہدہ ہوا تھا۔ اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب ایک سربرآوردہ یہودی وفد نے سلطان عبدالحمید ترکی سے ملاقات کر کے اس شرط پر ترکی حکومت کے

☆ ڈائرکٹر دارالقلم، نیو دھلی، انڈیا۔

بھاری قرض ادا کرنے کی پیشکش کی کہ فلسطین میں یہودی حکومت اس کے بدلے میں قائم کرنی ہوگی۔ اس وقت سلطان عبدالحمید نے نہایت پُر جلال آواز میں پھٹکارتے ہوئے یہودی وفد کو یہ کہہ کر باہر نکال دیا کہ فلسطین کا کوئی ٹکڑا تو دُور کی بات ہے، میں تمہیں اپنے پاؤں کی دھول بھی نہیں دے سکتا۔ مگر ظالم سعودیوں نے ایک طرف برطانوی سامراج کیساتھ سازش کر کے ترکوں کی جڑ کھودی اور دوسری طرف سرزمین فلسطین میں یہودی حکومت کے قیام کی راہ ہموار کی۔ مسلمانوں کے خون سے ہمیشہ رنگین ہونے والی سعودی تلوار کبھی یہودیوں کے خلاف نہیں اُٹھی۔ اور آج بھی یہ آل سعود اس امریکہ کے غلام بنے ہوئے ہیں جس کی شہ رگ یہودیوں کے ہاتھ میں ہے، جنہوں نے "عظیم اسرائیل" کا خواب شرمندہ تعبیر کرنے کیلئے عالم اسلام کو تہس نہس کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔

۳: ہندوستان سو سال پہلے بھی دارالاسلام تھا، آج بھی دارالاسلام ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی دارالاسلام ہی رہے گا۔ امام احمد رضا بریلوی نے اپنے رسالہ "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" میں ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کی تحقیق کر کے صحیح اور اصولی موقف کا اظہار کیا ہے۔

"یہاں شعائرِ اسلام پر کوئی پابندی نہیں، اسلئے یہ ملک دارالاسلام ہے دارالحرب قطعاً نہیں ہے۔ اسی طرح یہاں جہاد کے واجب ہونے کا فتویٰ نہ سو سال پہلے کسی مستند فقیہ و مفتی نے دیا تھا نہ آج کوئی اسکا قائل ہے کہ ہندوستان میں جہاد فرض ہے۔"

یہی مسلک و موقف امام احمد رضا بریلوی کا تھا اور یہی مسلک و موقف آج کے سارے علمائے اہلسنت کا ہے۔ ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ نہ حضرت مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی لکھنوی نے دیا تھا، نہ مولانا اشرفعلی تھانوی نے دیا تھا، نہ نواب صدیق حسن بھوپالی نے دیا تھا، نہ ہی حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی نے دیا تھا۔ بلکہ اسے دارالاسلام ہی لکھا۔ مسئلہ جہاد میں بھی ان حضرات کا یہی مسلک و مؤقف تھا۔ اور حلقۂ دیوبند کے قطب الاقطاب و امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ یہ ہے:

"ہند کے دارالحرب ہونے میں اختلاف علماء کا ہے۔ بظاہر تحقیقِ حال بندہ کو خوب نہیں ہوئی۔ حسب اپنی تحقیق کے سب نے فرمایا ہے اور اصل میں کسی کو خلاف نہیں۔ اور بندہ کو بھی خوب تحقیق نہیں کہ کیا کیفیت ہند کی ہے۔ فقط۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔ (ص: ۵۰۵، فتاویٰ رشیدیہ مکتبہ تھانوی دیوبند)

دارالحرب ہونا ہندوستان کا مختلف علماء حال میں ہے۔ اکثر دارالاسلام کہتے ہیں اور بعض دارالحرب کہتے ہیں۔ بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا۔ (ص: ۷، جلد: اوّل، فتاویٰ رشیدیہ، کتب خانہ رحیمیہ، دہلی)

غیر مقلد عالم مولانا محمد حسین بٹالوی نے کبھی ہندوستان کو دارالحرب نہیں کہا اور نہ یہاں جہاد کے کبھی قائل ہوئے۔ مولانا نذیر حسین دہلوی نے ۱۸۵۷ء میں بھی اسے نہ دارالحرب کہا اور نہ انہوں نے یہاں جہاد کو جائز قرار دیا۔ بلکہ ان دونوں حضرات اور انکے ہمنوا ہمیشہ برطانوی سامراج کی حمایت کرتے رہے۔ اسی طرح مولانا کرامت علی جونپوری خلیفہ سیّد احمد رائے بریلوی نے ۱۸۷۰ء میں کلکتہ کے اندر ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کا اعلانیہ بیان جاری کیا۔

۴: تحریک خلافت و تحریک ترک موالات میں شامل علماء و قائدین نے یقیناً ایسی حرکتیں کیں جو شرعاً قابل مواخذہ تھیں اور ہندو مسلم اتحاد کے نام پر بھی غیر شرعی حرکات کیں۔ ہر مسلم حکومت و سلطنت اور ہر جماعت و ہر فرد مسلم کی حمایت بقدر استطاعت ہر مسلمان پر فرض ہے مگر حمایت کے نام پر سیاسی سازشوں کا شکار ہونے اور شرعی حدود پامال کرنے کی کسی کو اسلام نے اجازت نہیں دی ہے۔ حکم قرآن و حدیث کے مطابق ہر یہودی، نصرانی، کافر اور مشرک سے موالات و مؤدت قطعاً حرام ہے۔ اتحاد و ادغام و انضمام حرام ہے اور یہ حکم قطعی ہے، اس میں کسی کلام اور کسی اختلاف کی گنجائش نہیں۔ دُنیاوی، سیاسی، تجارتی، اقتصادی، صنعتی اور زراعتی معاملات

الگ ہیں جن میں اپنے مفاد و غلبہ کے لحاظ سے کام کیا جا سکتا ہے۔ مگر کسی مذہبی معاملے میں کسی غیر مسلم کیساتھ اشتراک اور اسکے ہاتھ میں اپنی باگ ڈور دینا قطعاً ناجائز ہے، حرام ہے۔ خلافتِ شرعیہ اور موالاتِ حقیقیہ وصوریہ کی تحقیق اور انکی شرعی حیثیت جاننے کیلئے مطالعہ کریں:

"دوام لعیش فی الائمة من قریش" اور " المحجة الموتمنة فی ایة الممتحنة"از امام احمد رضا بریلوی۔

اسی طرح کے حقائق امام احمد رضا بریلوی نے پیش کیے جس کا خاطر خواہ فائدہ ہوا اور قائد تحریک حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی (متوفی جنوری ۱۹۲۶ء) نے اپنی غلطیاں تسلیم کرتے ہوئے یہ توبہ نامہ شائع کرایا:

''میں نے بہت سے گناہ دانستہ کیئے اور بہت ے نادانستہ، سب کی توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں نے جو امور قولاً وفعلاً وتقریراً کیئے، جن کو میں گناہ نہیں سمجھتا تھا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ان کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا۔ ان سب سے اور انکے مانند امور سے جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے میرے لئے کوئی قاعدہ نہیں ہے، محض مولوی صاحب موصوف پر اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! میری توبہ قبول کر۔'' فقیر عبدالباری عفی عنہ۔ (ص:۳، کالم:۴، اخبار ہمدم لکھنؤ، بروز جمعہ بتاریخ ۱۱، رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۲۱ء)

یہاں تک نوبت محض اسلئے پہنچی کہ ''تحریکِ خلافت کی قیادت ابتداء سے انتہاء تک مہاتما گاندھی کے ہاتھوں میں تھی۔'' (ص:۲۵۳، تحریک خلافت از قاضی محمد عدیل عباسی، مطبوعہ قومی کونسل، نئی دہلی)

''مولانا ابوالکلام آزاد قولاً وعملاً گاندھی جی کے ہمنوا تھے۔''

(ص: ۸۰، تحریک خلافت، از: قاضی محمد عدیل عباسی)

مولانا اشرف علی تھانوی تو مذکورہ تحریک کے مکمل مخالف تھے ہی مگر اس تحریک کی حمایت کے باوجود مشہور دیوبندی عالم مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ:

''بہت سے خیر خواہ ''ہندو مسلم اتفاق'' کے عواقب کے بعد عوام الناس اور بعض لیڈروں کی ان غلطیوں پر متنبہ فرما رہے ہیں، جو اس اتفاق کے جوش میں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً قربانی گاؤ میں بعض تشدد و مزاحمت کیا جانا، یا قربانی کے جانور کو سجا کر رضا کارانِ خلافت کا گئوشالہ پہنچانا یا قشقہ لگانا، یا ہندوؤں کی ارتھیوں کے ساتھ خصوصاً ''رام رام ست'' کہتے ہوئے جانا، یا یہ کہنا کہ امام مہدی کی جگہ امام گاندھی تشریف لائے ہیں۔ یا یہ کہ اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔ یا قرآن وحدیث میں بسر کی ہوئی عمر کو نثارِ بت پرستی کرنا۔ بلا شبہ میں بھی جب اپنی قوم کے بڑے سر برآوردہ لوگوں کو سنتا ہوں کہ وہ اس قسم کے محرمات یا کفریات کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ باتیں زبان سے بے دھڑک نکال دیتے ہیں جن کو سن کر ایک مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو میرا دل پاش پاش ہو جاتا ہے'' الخ (ص:۴۷، علامہ شبیر احمد عثمانی، از: ڈاکٹر علی ارشد، مطبوعہ لاہور)

علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب بنام سیّد سلمان ندوی میں لکھتے ہیں:

''اسلام کا ہندوؤں کے ہاتھوں بک جانا گوارہ نہیں ہوسکتا۔ افسوس اہل خلافت اپنی اصل راہ سے بہت دُور جا پڑے۔''

(ص: ۲۴۹، جلد: دوم، زندہ رود، از: جاوید اقبال، مطبوعہ لاہور)

حضرت سیّد سلیمان اشرف صدر شعبۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ''الرشاد'' اور ''النور'' لکھ کر اسی زمانے میں انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ سے شائع کرائی اور قائدین خلافت وترک موالات کی بے اُصولیوں و بے اعتدالیوں کو واضح کیا ہے۔ اسی سلسلے میں اُردو کے مشہور ادیب پروفیسر رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں:

''۱۹۲۱ء کا زمانہ ہے۔ نان کوآپریشن کا سیلاب اپنی پوری طاقت پر ہے۔ گائے کی قربانی اور موالات پر بڑے بڑے جیّد اور مستند لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ اس زمانہ کے اخبارات، تقاریر،

تصانیف اور رُجحانات کا اب اندازہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیا سے کیا ہوگیا؟

اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہورہا ہے اور جو کچھ کہا جارہا ہے وہی سب کچھ ہے۔ یہی باتیں ٹھیک ہیں، انکے علاوہ کوئی اور بات ٹھیک ہو ہی نہیں سکتی۔ کالج (علی گڑھ) میں عجیب افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ مرحوم (سیّد سلیمان اشرف) مطعون ہورہے تھے لیکن چہرے پر کوئی اثر نہ تھا اور نہ معمولات میں کوئی فرق۔

سیلاب گزر گیا۔ جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہوا۔ لیکن مرحوم (سیّد سلیمان اشرف) نے اس عہد سراسیمگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا، آج تک اسکی سچائی اپنی جگہ قائم ہے۔ سارے علماء سیلاب کی زد میں آچکے تھے۔ صرف مرحوم (سیّد سلیمان اشرف) اپنی جگہ قائم تھے۔''

(گنجہائے گرانمایہ از: پروفیسر رشید احمد صدیقی، مکتبہ جامعہ نئی دہلی ۲۵)

۵: مسلمانان ہند کے درمیان اختلاف وانتشار امام احمد رضا بریلوی کے ذریعہ نہیں پیدا ہوا ہے بلکہ آپ کی ولادت سے تقریباً چالیس سال پہلے شاہ اسماعیل دہلوی اور ان کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' نے مسلمانِ ہند کے درمیان اختلاف وانتشار ہی نہیں بلکہ تضلیل وتکفیر کا بیج بویا ہے۔ اہل علم ومطالعہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ''تقویۃ الایمان'' ہی نے مسئلہ امکانِ کذب باری تعالیٰ اور مسئلہ امکانِ نظیر محمدی کو جنم دیا ہے اور انبیاء ومرسلین واولیاء بزرگانِ دین کی بارگاہ میں بے ادبی کا ہندوستان کے اندر اسی ''تقویۃ الایمان'' سے آغاز ہوا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگردوں اور سیکڑوں علماء ومشائخ اہل سنت نے اس فتنہ کے خلاف جابجا تقریریں کیں اور سیکڑوں کتب ورسائل کے ذریعہ اس کا ردّ وابطال کیا۔

شاہ اسماعیل خود کہتے ہیں:

''میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ آگئے ہیں، بعض جگہ تشدد ہوگیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرکِ خفی تھے شرک جلی لکھ دیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اسکی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔ (چند سطروں کے بعد) میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہوجائیں گے۔'' (ص:۹۸، حکایت: ۵۹، حکایات اولیاء (ارواح ثلاثہ) مولانا اشرف علی تھانوی، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

مولانا ابوالکلام آزاد کہتے ہیں:

''مولانا اسماعیل شہیدؒ مولانا منور الدین دہلوی (شاگرد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) کے ہم درس تھے۔ شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے ''تقویۃ الایمان'' اور ''جلاء العینین'' لکھی اور انکے مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی۔ انکے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی مولانا منور الدین نے دکھائی۔'' (ص: ۴۸، آزاد کی کہانی، مرتبہ عبدالرزاق ملیح آبادی، مطبوعہ لاہور)

اور ہر طرح سمجھایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث درد میں سرگرم ہوئے اور جامع مسجد (دہلی) کا وہ شہرۂ آفاقی مناظرہ ترتیب دیا جس میں ایک طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحئی تھے اور دوسری طرف مولانا منور الدین اور تمام علمائے دہلی۔ (ص: ۴۸، آزاد کی کہانی)

مشہور دیوبندی عالم سیّد احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

''افسوس ہے کہ اس کتاب ''تقویۃ الایمان'' کی وجہ سے مسلمانانِ ہندوپاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے۔ اور تقریباً نوے فی صد حنفی المسلک ہیں۔ دو گروہوں میں بٹ گئے۔''

(ص:۱۰۷، انوار الباری، جلد:۱۱، مرتبہ سیّد احمد رضا بجنوری، مطبوعہ ناشر العلوم بجنوری)

مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی لکھتے ہیں:

''حضرت مجدد (شیخ احمد فاروقی سرہندی) کے زمانہ سے ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۵ء) تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے۔ ایک اہل

سنت و جماعت، دوسرے شیعہ۔ اب مولانا اسماعیل دہلوی کا ظہور ہوا۔ وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے۔ ان کا میلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا۔ اور نجدی کا رسالہ ''ردالاشراک'' ان کی نظر سے گزرا، اور انہوں نے ''تقویۃ الایمان'' لکھی۔ اس کتاب سے مذہبی آزادی کا دور شروع ہوا۔ کوئی غیر مقلد بنا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہل حدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سلفی کہا۔''

(ص: ۹، اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان از شاہ ابوالحسن زید فاروقی، درگاہ ابوالخیر چتلی قبر، دہلی ۶)

تقویۃ الایمانی افکار و خیالات کی تردید و ابطال میں جن معاصر علماء نے نمایاں حصہ لیا، ان میں سے چند اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین دہلوی، مولانا محمد موسیٰ بن شاہ رفیع الدین دہلوی، مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی، مولانا احمد سعید نقشبندی دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی، مولانا خیرالدین دہلوی (والد ابوالکلام آزاد)، حکیم صادق علی خاں دہلوی جد امجد حکیم اجمل خاں دہلوی، مولانا فضل حق خیرآبادی، مولانا فضل رسول بدایونی، مولانا سیّد اشرف علی گلشن آبادی، مولانا قلندر علی زبیری پانی پتی، مولانا مخلص الرحمٰن چاٹگامی، علیہم الرحمۃ والرضوان۔

۶: حکومت سے ترک تعاون کی تحریک سیاسی مصالح و مفادات کے تحت مفید تھی یا مضر، یہ ایک الگ بحث ہے لیکن قائدین تحریک بالخصوص مولانا آزاد نے نماز روزہ کی طرح اسے مسلمانانِ ہند کیلئے مذہباً فرض قرار دیا تھا جو بالکل غلط تھا۔ پھر یہ کہ انگریز سے ہر طرح کا تعلق ناجائز اور ہندو سے ہر طرح کی دوستی واجب، یہ کون سی شریعت تھی؟ انگریزوں سے ہندوستان آزاد کرانے کی سیاسی جدوجہد جائز تھی، نہ اس وقت جائز ہے اور نہ آئندہ کبھی جائز ہوگی۔ لیڈروں نے کیا کچھ نہیں کیا اس کا حال آپ مولانا شبیر احمد عثمانی کے بیان میں پڑھ چکے ہیں۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اسلامیہ کالج لاہور، مدرسہ عالیہ کلکتہ کے اساتذہ و طلبہ کیلئے مکمل تعلیمی بائیکاٹ فرض اور بنارس ہندو یونیورسٹی کیلئے جزئی بائیکاٹ بھی غیر ضروری۔ یہ کون سی منطق تھی؟ بنارس کا دورہ کر کے باضابطہ اعلان کیا گیا کہ اگر یہاں کے لوگ ہمارے خیال سے متفق نہیں ہیں تو وہ آزاد ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق کام کریں۔ صرف مسلم اداروں پر کیوں یلغار کی گئی؟ یہ سمجھنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔

تعلیم یا کسی بھی جائز کام کیلئے حکومتِ وقت کسی بھی اسکول و کالج کو امداد دے تو اس کا لینا اس وقت بھی جائز تھا اور آج بھی جائز ہے۔ مذہبی اعتبار سے اسکے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس کا لینا نہ لینا ہر ادارہ کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ یہی مسلک و موقف اس وقت امام احمد رضا و دیگر اکابر علمائے اہل سنت کا تھا اور آج بھی ہے۔

۷: امام احمد رضا بریلوی نے اپنے سفر حج ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء کے موقعہ پر شیخ احمد زینی دحلان شافعی مکی سے ملاقات کر کے ان سے سندِ حدیث حاصل کی، اسی بات کو ''خفیہ ملاقات'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جب کہ واقعاتِ سفر حج میں اس کا باضابطہ ذکر ہے اور ہندوستان کے مختلف مکاتب فکر کے مشاہیر علماء شیخ احمد زینی دحلان سے ملاقات کر کے سند حدیث حاصل کیا کرتے تھے۔ مثلاً مولانا عبدالحئ فرنگی محلی لکھنوی، مولانا محمد نعیم فرنگی محلی، شاہ محمد حسین الٰہ آبادی، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، مولانا محمد ابراہیم آروی، مولانا عبدالوہاب بانی قیات الصالحات ویلور، وغیرہ۔

حکیم عبدالحئ رائے بریلوی ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے نزہۃ الخواطر جلد: ۸، میں لکھا ہے کہ شیخ احمد زینی دحلان کے حکم پر مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے پادریوں کے جواب میں اپنی معرکۃ الآرا کتاب ''اظہار الحق''، لکھی ہے۔

۸: مضمون نگار نے امام احمد رضا بریلوی کی جن تین کتابوں کا نام لکھا ہے، ان کا موضوع گذشتہ صفحات میں بتلا دیا گیا ہے۔ ہمارا غالب گمان ہے کہ مضمون نگار نے ان کتابوں کی کبھی شکل بھی نہیں دیکھی ہوگی،

انکے مضامین ومباحث کو سمجھنا تو دُور کی بات ہے۔ انہوں نے قارئین کو مرعوب کرنے کیلئے ''مطالعہ بریلویت'' از خالد محمود سے یہ نام نقل کر دیئے ہیں۔ انہیں اس کا اندازہ نہیں رہا ہوگا کہ اس مضمون اور اس کے مشتملات کا اتنا عبرتناک انجام ہوگا۔

۹: یہی معاملہ حضرت مولانا فضل رسول بدایونی اور ان کی تین کتابوں کا بھی ہے، جن کا ذکر مضمون نگار نے اس نیت سے کیا ہے کہ قارئین پر یہ تأثر قائم ہو کہ ان کا مطالعہ بڑا وسیع ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع پر انکے پاس مطالعہ نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ ''سیف الجبار، بوارق محمدیہ، تصحیح مسائل، یہ ساری کتابیں تردید وہابیت نجدیت میں ہیں جن کے ذریعہ حضرت مولانا فضل رسول بدایونی نے اس فتنہ کی سرکوبی کی ہے۔

۱۰: شیخ احمد زینی دحلان کی کتاب ''خلاصۃ الکلام'' بھی ذکر علماء وامرا کیساتھ ردِّ وہابیت پر مشتمل ہے۔ شیخ زینی دحلان نے صرف یہی کتاب نہیں لکھی ہے بلکہ ان کی ایک کتاب ''الدررالسنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ'' بھی نہایت مشہور ہے۔ جس کا میں نے خود اُردو ترجمہ کیا ہے جو ۱۹۸۷ء میں دہلی سے شائع ہو چکا ہے۔ اس ترجمہ کا نام ''مسائل توسل وزیارت'' ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیرالدین دہلوی اور شیخ احمد زینی دحلان کے درمیان کافی اچھے تعلقات تھے۔ ردِّ وہابیہ پر دس جلدوں پر مشتمل ایک کتاب ''رجم الشیٰطین'' کے نام سے مولانا خیرالدین نے لکھی تھی۔ یہ کتاب مولانا ابوالکلام آزاد کے بقول شیخ احمد زینی دحلان کے زور دینے پر لکھی گئی تھی۔ (آزاد کی کہانی)

ابوالکلام آزاد مزید کہتے ہیں:

شیخ احمد زینی دحلان نے ''الرد علی الوھابین'' لکھی وہ بھی فی الحقیقت والد مرحوم کے خیالات کا عکس ہے۔ (آزاد کی کہانی)

مضمون نگار اور انکے ہمنواؤں کا یہ عجیب معیارِ علم وتحقیق ہے کہ جو عالم وہابیت ونجدیت کا مخالف ہے، وہ برطانوی سامراج کا وفادار ہے جبکہ معاملہ بالکل اسکے برعکس ہے۔ وہابیت ونجدیت خود برطانوی سامراج کی پیداوار ہے جس کے عسکری بازو کا نام ''آل سعود'' ہے۔ برطانوی سامراج ہو کہ امریکی جبر واستحصال ہو انکے غلاموں کی فہرست میں ''آل سعود'' کا نام ہمیشہ سب سے نمایاں رہا ہے اور پوری ایک صدی کی تاریخ میں اس کا یہی کردار رہا ہے مسلمانوں کو مشرک کہنے اور ان کا خون ناحق کرنے میں ''آل سعود'' نے ہمیشہ دلچسپی لی اور اسی بنیاد پر حجاز ونجد کے علاقوں پر وہ آج تک قابض ہیں۔ انکے نشانے پر کبھی یہودی اور عیسائی نہیں رہے بلکہ ہمیشہ مسلمان اور مسلم ممالک ہی ان کا شکار بنتے رہے ہیں۔

ایک وفد کیساتھ دورۂ حجاز سے واپسی کے بعد ۱۹۲۶ء میں مولانا محمد علی جوہر نے جامع مسجد دہلی میں ہزاروں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا:

''میں خدا کے گھر میں بیٹھا ہوں اور اسکو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ مجھے ان سعود سے کوئی ذاتی عداوت نہیں، نہ میری مخالفت ذاتی غرض پر مبنی ہے۔ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہی کہوں گا اور صاف صاف کہوں گا، خواہ اس سے کوئی جماعت خوش ہو یا ناخوش۔

سلطان ابن سعود اور ارکانِ حکومت بار بار کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی رٹ لگاتے تھے لیکن میں نے تو یہ پایا کہ انہوں نے کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کو دُنیا کمانے کا آلہ بنا رکھا ہے۔ جو لوگ چوری کرتے ہیں، ڈاکہ ڈالتے ہیں برا کرتے ہیں لیکن جو لوگ قرآن وحدیث کو آڑ بنا کر دُنیاوی حکومت حاصل کرتے ہیں وہ چوروں ڈاکوؤں سے بھی برا کرتے ہیں۔'' (ص: ۹۶، مقالات محمد علی، جلد، اوّل)

''نجدیوں کی گزشتہ تاریخ یہی بتاتی ہے کہ انکے ہاتھ کفار کے خون سے کبھی نہیں رنگے گئے۔ جس قدر خون ریزی انہوں نے کی ہے، صرف مسلمانوں کی کی ہے۔'' (ص: ۱۰۵، رپورٹ خلافت کمیٹی)

نجدیوں کے بارے میں خود نوشت سوانح میں مولانا حسین

احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ:

''یہ لوگ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیرو تھے اور اپنے عقائد واعمال میں سخت غالی تھے۔ انہوں نے اہالی حرمین پر بہت زیادہ تشددات کئے اور اپنے مخالف عقائد واعمال والوں کو بہت ستایا تھا، اسلئے اہل حرمین کو ان سے اس قدر نفرت مظالم مذکورہ کی وجہ سے ہوگئی تھی کہ عیسائیت اور یہودیت سے بھی اتنی نفرت نہ تھی۔'' (۱۴۰ و ۱۴۱، نقش حیات، حصہ اوّل، از: مولانا حسین احمد مدنی، مکتبہ دینیہ دیوبند ۱۹۹۹ء)

مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور علمائے فرنگی محل لکھنؤ وہابیت بیزار اور سعودی مخالف تھے۔ انکی تحریریں اور تقریریں اس پر شاہد عدل ہیں۔ ہندوستان میں سب سے بڑا سعودی مخالف محاذ انہیں حضرات نے کھڑا کیا تھا۔ خلافت کمیٹی کا رخ ۱۹۲۵ء میں اور اسکے بعد واضح طور پر سعودی مخالف ہوگیا تھا۔ حجاز سے مصر، عراق، ہندوستان، افغانستان تک کے مسلمان وہابیت ونجدیت سے نفرت کرتے تھے اور حجاز میں وہابیوں کے وجود کے سب مخالف تھے۔

مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

''محمد بن عبدالوہاب کی اس جماعت نے چوں کہ اہل مدینہ اور اہل مکہ وحجاز کے عام باشندوں کو اس مدت اقامت حجاز میں بہت ستایا تھا۔ لوگوں کو قتل کرنا، مار پیٹ، لوٹنا، ذلیل کرنا وغیرہ وغیرہ عمل میں لاتے تھے جیسا کہ وہاں پر مشہور ومعروف ہے۔ (چند سطروں کے بعد) اسلئے اہل حجاز (مکہ معظمہ ومدینہ منورہ) کسی طرح اس کے روادار نہ تھے کہ کوئی نجدی جس کا اس فرقہ سے کچھ بھی تعلق ہو، یہاں حجاز میں رہ جائے۔'' (ص: ۳۴، حصہ دوم، نقش حیات از: حسین احمد مدنی)

۱۱: امام احمد رضا بریلوی کے خلاف آج تک ان کا کوئی قول وفعل کوئی تحریر وتقریر ایسی نہیں پیش کی جاسکی جس سے انکی انگریز حامی ہونے کی کوئی کمزور بنیاد بھی کھڑی کی جاسکے۔ اور بے بنیاد الزام تراشی کا جواب سوائے ''لَعْنَةُ الله علی قائله'' کے اور کیا ہوسکتا ہے؟

اُردو کے معروف محقق وصحافی سیّد الطاف علی بریلوی مدیر اعلیٰ سہ ماہی ''العلم'' کراچی، اپنی عینی شہادت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بلاشبہ حریت پسند تھے۔ انگریز اور انگریزی حکومت سے انہیں دلی نفرت تھی۔ ''شمس العلماء'' قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کا یا انکے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں صاحب ومولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کوئی شوق نہ تھا۔ والیانِ ریاست اور حکام وقت سے بھی مطلق راہ رسم نہ تھی۔ بلکہ بقول الحاج سید ایوب علی رضوی مرحوم (جو چھبیس سال تک مولانا احمد رضا کے پیش کار رہ چکے تھے) حضرت مولانا بریلوی ڈاک کے لفافے پر ہمیشہ اُلٹا ٹکٹ لگاتے تھے یعنی ملکہ وکٹوریہ، ایڈورڈ ہفتم، اور جارج پنجم کے سر نیچے کردیتے تھے۔

(ص: ۹۷، سالنامہ معارف رضا کراچی ۱۹۸۶ء شمارہ پنجم)

دُوسری طرف ردّ قادیانیت کے سرخیل کی حیثیت سے مضمون نگار نے جو دو نام پیش کیے ہیں یعنی مولانا محمد حسین بٹالوی ومولانا نذیر حسین دہلوی انکی تاریخ کچھ اور ہی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قادیانیت کے خلاف محاذ آرائی کرنیوالے علماء کرام کے بارے میں انہیں کوئی واقفیت نہیں معلوم ہوتی اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات ایسے انگریز حامی ہیں کہ علمائے دیوبند وعلمائے غیر مقلدین سب کے سب اس تاریخی حقیقت پر متفق ہیں۔ اور اگر کوئی انکے اس کردار کا دفاع کررہا ہے تو وہ حقائق سے آنکھیں چرارہا ہے۔ واضح رہے کہ مولانا نذیر حسین دہلوی بہت سے غیر مقلد علماء کے استاذ ہونے کے ساتھ مولانا محمد حسین بٹالوی کے بھی اُستاذ ہیں۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے انگریز حکام سے تحریری درخواست کی کہ سرکاری کاغذات میں ''وہابی'' کا لفظ نہ استعمال کیا جائے بلکہ اسکی جگہ ''اہل حدیث'' لکھا جائے چنانچہ یہ

درخواست ۱۸۸۷ء میں منظور ہوئی اور ۱۸۸۸ء میں اسکے بارے میں سرکاری فرمان جاری ہوا۔

ملکۂ برطانیہ کی گولڈن جبلی (۱۸۸۶ء) کے موقعہ پر پر مولانا بٹالوی اور انکی جماعت کے علما نے جو سپاس نامہ پیش کیا تھا اس میں ملکہ معظمہ کی تعریف وتعظیم اور اظہار مسرت کے ساتھ برٹش حکومت کی عقیدت واطاعت کو مذہبی فرض قرار دیا تھا اور ملکہ وبرٹش حکومت کی سلامتی وتحفظ کی دُعا کی تھی۔ (ص: ۲۲۹۔اشاعۃ السنہ، ج:۹ شمارہ:۸،از: محمد حسین بٹالوی)

اسی طرح ۱۸۷۲ء میں مولانا بٹالوی نے ''الاقتصاد فی مسائل الجھاد'' لکھا اور اسکے اندر بزعم خویش قرآن وحدیث وفقہی دلائل سے ثابت ومدلل کیا ہے کہ اس گورنمنٹ سے مسلمانوں کا ہند کے ہوں خواہ روم یا عرب کے، مذہبی جہاد جائز نہیں۔ (ص: ۲۶،اشاعۃ السنہ، جلد:۹،شمارہ:۱،از:محمد حسین بٹالوی)

انقلاب ۱۸۵۷ء کے بارے میں مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

''مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے وہ سخت گنہگار اور بحکم قرآن وہ مفسد وباغی وبدکردار ہیں۔ اکثر ان میں عوام کالانعام تھے۔ بعض جو خواص وعلماء کہلاتے تھے وہ بھی اصل علومِ دین سے بے بہرہ یا نافہم وبے سمجھ۔ باخبر اور سمجھ دار علماء اس میں ہرگز شریک نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی اس فتویٰ پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کیلئے مفسد لئے پھرتے تھے اُنہوں نے خوش سے دستخط کئے۔ یہی وجہ تھی مولوی اسماعیل دہلوی جو حدیث وقرآن سے باخبر اور اسکے پابند تھے اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے عہدوامن میں رہتے تھے) نہیں لڑے اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑے، اس ملک سے باہر ہوکر قوم سکھوں (جو مسلمانوں کے مذہب میں دست اندازی کرتے تھے۔ کسی کو اُونچی اذان نہ کہنے دیتے تھے) سے لڑے۔ (ص: ۵۰، الاقتصاد فی مسائل الجہاد، از: محمد حسین بٹالوی مطبوعہ وکٹوریہ پریس لاہور)

غیر مقلد عالم مولوی فضل حسین بہاری کے بیان کے مطابق مولانا نذیر حسین دہلوی انقلاب ۱۸۵۷ء کو ہلڑبازی کہتے تھے۔ (ص:۱۲۵، الحیاۃ بعد المماۃ، از: فضل حسین بہاری، مطبوعہ مکتبہ شعیب کراچی)

مولانا نذیر حسین دہلوی نے ہندوستان کو کبھی دار الحرب نہ کہا۔ (ص: ۱۳۴، الحیاۃ بعد المماۃ مطبوعہ کراچی)

۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء میں مولانا نذیر حسین دہلوی کے سفرحج کے موقع پر کمشنر دہلی نے یہ سرٹیفکیٹ دیا ''مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے مقتدر عالم ہیں جنہوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے۔ یہ اپنے فرض زیارت کعبہ کے ادا کرنے کو مکہ جاتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ جس کسی برٹش افسر کی مدد چاہیں گے انہیں مدد دے گا، کیونکہ یہ کامل طور پر اس مدد کے مستحق ہیں''۔

دستخط: جے ڈی ٹربملٹ بنگال، سروس کمشنر دہلی وسپرنٹنڈنٹ۔ ۱۰، اگست ۱۸۸۳ء۔

(ص: ۴۰، الحیاۃ المماۃ، از: فضل حسین بہاری، مطبوعہ کراچی)

اب مضمون نگار اور انکے ہمنواؤں کو یقیناً معلوم ہو چکا ہوگا کہ ''کون ہے برطانوی سامراج کا سند یافتہ ایجنٹ''؟ اور اگر انکی زنبیل میں کچھ اور ہو تو اسے نکال باہر کریں تاکہ اچھی طرح اسکی صفائی ہو سکے۔ سردست تو ہم ان سے اتنا ہی عرض کریں گے کہ:

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

☆☆☆☆☆

رضویات پر اہم پیش رفت

(رپورٹ: مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری قادری مدظلہ العالیٰ)

رضویات پر تحقیق کے حوالے سے چند اہم خبریں پیش کی جارہی ہیں:

(۱) صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے ایماء پر ''معارف رضا'' (سالنامہ) کا اشاریہ راقم نے ترتیب دے دیا ہے اور اس کا انتساب بھی آپ ہی کے نام ہے۔ کرم فرما جناب ابوالحسن واحد رضوی اس کی کمپوزنگ کروار ہے ہیں۔ اب کچھ دنوں بعد معارف رضا (ماہنامہ) کے اشاریئے کی جانب توجہ کروں گا ان شاء اللہ۔

(۲) ''تقاریظ امام احمد رضا'' بھی ان ہی کے پاس ترجمہ کے لئے موجود ہے اوائل ۲۰۰۷ء میں مکمل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

(۳) فقیر کی تحریک پر علامہ پیر محمد چشتی صاحب مدظلہ (مدیر اعلیٰ ''آواز حق'' پشاور، مہتمم جامعہ غوثیہ بیرون یکہ توت پشاور، نائب صدر سرحد جمعیت علی پاکستان) نے کنزالایمان کا دیگر تراجم (قدیم وجدید) سے تقابلی جائزہ لے رہے ہیں اور اس کا ''انتساب'' بھی فقیر کے نام کیا ہے۔ اس کا عنوان ہے ''منہاج کنزالایمان'' اب تک یہ کام پندرہ پاروں تک ہو چکا ہے۔

(۴) دوسرا کام انہوں نے یہ کیا ہے کہ کنزالایمان کا چترالی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ ہنوز سولہ ۱۶ ر پاروں تک مکمل ہو گیا ہے۔ سورۂ فاتحہ کا ترجمہ ارسال خدمت ہے۔ نمونے کے طور پر ''معارف رضا'' میں لگوادیں۔ دعا کریں یہ دونوں کام پایہ تکمیل تک پہنچ جائیں۔

(۵) صاحبزادہ ابوالحسن واحد رضوی راقم کے مہربان اور قدردان ہیں۔ رضویات پر مختلف جہتوں سے کام میں مصروف کار ہیں۔ ابھی تک فقیر کے علم میں ان کا جو کام آیا ہے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

۱۔ ترجمہ اُردو مثنوی ردامثالیہ
۲۔ ذریعۂ قادریہ (تعارفی مضمون)
۳۔ حسان الہند اور فن شاعری کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ
۴۔ عربی ترجمہ: جلی الصوت
۵۔ فتاویٰ رضویہ میں ادبی شعری وعروضی مباحث
۶۔ فرہنگ کنزالایمان۔ افادات ریاض الملت (مرتبہ)
۷۔ اُردو ترجمہ بساتین الغفران
۸۔ رباعیات رضا (زیر تکمیل)
۹۔ باقیات رضا (زیر ترتیب)
۱۰۔ فتاویٰ رضویہ اور رسم المفتی۔ ان کے لئے دعا فرمائیں کہ یہ کار رضا میں معروف رہیں اور میدان میں قلم کی جولانیاں دکھاتے رہیں۔

(۶) اس سے قبل فقیر کی تحریک پر سلام رضا کی مکمل تضمین لکھ چکے ہیں۔ جو شائع ہو چکی ہے۔ مقالات ''دریا بہار ہے ہیں''۔ کتابی صورت میں چھپ چکے ہیں۔

(۷) ماہنامہ ''ریاض العلم'' اٹک کی ترتیب میں معروف ہیں اور سرزمین اٹک سے ایک معیاری رسالہ جو سنّی صحافت میں گراں قدر اضافہ ہو نکال رہے ہیں۔

(۸) رضویات میں فقیر کئی کاموں میں مصروف ہے۔ قارئین کرام کی

دعاؤں کا محتاج ہے۔راقم کی تحریک پر سرزمین اٹک کی ایک علمی، ادبی شخصیت جناب نذر صابری صاحب ''حدائق بخشش'' کا ایک انتخاب تیار کررہے ہیں۔جوایک اہم کام ہوگا۔

(۹) سید شاکر القادری فارسی زبان میں سلام رضا کی تضمین نگاری میں مصروف کار ہیں۔

(۱۰) ارشد محمود ناشاد بھی سلام رضا کی تضمین نگاری کی جانب آرہے ہیں۔

(۱۱) کرم فرما جناب ڈاکٹر ظفر اقبال نوری صاحب گذشتہ دنوں امریکہ سے پاکستان تشریف لائے تو فقیر کے ہاں بھی جلوہ افروز ہوئے۔ان کا ایک مقالہ ''دوقومی نظریہ اقبال اور امام احمد رضا بریلوی'' ارسال خدمت ہے۔معارف رضا میں لگوادیں۔

(۱۲) جناب حسن نواز شاہ نے گوجر خان نے مقالہ ''علمائے گوجر خاں اور امام احمد رضا'' ارسال کردیا ہے۔مل گیا ہوگا۔

(۱۳) اسی طرح خلیل احمد رانا صاحب نے ''سند'' کے حوالے سے مقالہ لکھ کرادارے کے پتہ پر سپرد ڈاک کردیا ہے۔

(۱۴) جناب ابوالحسن واحد رضوی صاحب بھی سالنامہ کے لیے مقالہ ارسال کرنے والے ہیں۔ماشاء اللہ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب نے جس استقامت اور جرأت سے معارف رضا کو صحافتی میدان میں کامیاب وکامران بنایا ہے۔اس پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔یہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں مصروف نظر آتا ہے۔امید ہے اس سال بھی معارف رضا کا سالنامہ یادگار رہے گا۔

☆☆☆☆☆

خوشخبری

مولانا منور عتیق رضوی صاحب زید مجدہٗ لندن سے ٹیلیفون پر اطلاع دی ہے کہ انہوں نے رضویات کے حوالے سے دواہم کام کئے ہیں۔

(۱) الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ پر علماء شام کی مزید ۱۲ر تقریظات دریافت کی ہیں۔جو وہ کمپوز کر کے ادارہ کو بھیجیں گے۔

(۲) انہوں نے سنٹرل لندن میں ایک وسیع عریض جگہ حاصل کی ہے جہاں رابطۃ اھل السنۃ (Sunna Connect) کے نام سے ایک جدید اسلامی جامعہ قائم کی ہے۔

ہم محترم مولانا عتیق رضوی صاحب سلمہ الباری کو ان کے اس کارنامے پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں مولانا موصوف کا رابطہ نمبر یہ ہے۔

فون:0441582528042

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کا ممتاز اور نمایاں کارنامہ

غلام مصطفیٰ قادری رضوی باسنی ناگور شریف راجستھان انڈیا

امام احمد رضا خاں قادری بلاشبہ امت مسلمہ کے لئے تحفۂ خداوندی ہیں اور عطائے مصطفیٰ جان رحمت ﷺ۔ آج ہر خطیب وقلمکار اور تاریخ نگار انکی گراں قدر اور قابل افتخار شخصیت اور علمی کارناموں کو خراج عقیدت پیش کر رہا ہے اس طرح تاریخ کے صفحات پر ان کے علمی نقوش ہمیشہ کے لئے زندہ وتابندہ ہو چکے ہیں۔ انہوں نے ملت اسلامیہ کے لئے جہاں بہت بڑا علمی ذخیرہ چھوڑا ہے وہیں اس شخصیت ساز ہستی نے علم وادب، تفکر وتدبر کے حامل درجنوں علمی افراد بھی قوم وملتِ اسلامی کو عطا فرمائے جو اسلامی آفاق پر فضل وکمال کے مہر منیر بنکر جہانِ سنیت کو جگمگا رہے ہیں۔

بحمدہ تعالیٰ گذشتہ تین برس سے زیادہ عرصہ میں امام احمد رضا کی حیات وخدمات کے نت نئے گوشوں پر کام ہو رہا ہے اور علمی وتحقیقی ادارے اس سمت عمدہ پیش رفت کر رہے ہیں۔ ان معروف اور قابل فخر اداروں میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی خصوصیات لائق تقلید وقابل تحسین وتبریک ہیں۔ امام موصوف پر تحقیقی کاموں کے سلسلے میں مذکورہ ادارہ نے کافی متاثر کن نقوش چھوڑے ہیں نیز محققین کی جہد مسلسل کو دیکھتے ہوئے انکی حوصلہ افزائی کے بے مثال نمونے پیش کئے ہیں۔ جس کی مثالیں سالانہ کانفرنسوں کے موقع پر ارباب علم ونظر ملاحظہ کرتے ہیں۔ اور اراکین ادارہ کے عزم بلند اور عالی حوصلگی کی داد دیتے ہیں۔

ادارہ کے نمایاں کاموں میں ایک اور کام بھی نظر آتا ہے جس کے سبب باب رضویات میں چار چاند لگے ہیں وہ یہ کہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کے آباء واجداد اور آپکے خلفا ومتوسلین کی حیات اور زرین خدمات سے خواص وعوام کو متعارف کرانا نیز انکے فکری اور اصلاحی کارناموں پر محققین سے پی ایچ ڈی اور ایم فل کے مقالات لکھوا کر ارباب تحقیق وتدبر کو ان سے وابستہ کرنا۔۔۔ یہ ادارہ کا ممتاز کارنامہ ہے۔ جس کے عمدہ نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ گذشتہ سال (والد ماجد اعلیٰ حضرت) علامہ نقی علی خاں بریلوی قدس سرہٗ العزیز پر تفصیلی مقالہ شائع کیا جو علامہ موصوف کی علمی شخصیت پر واقعی قابل مطالعہ کتاب ہے۔ آپ کی قدآور اور علمی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر مسعود احمد مجددی مظہری دام ظلہ نے بڑی پتے کی بات کہی ہے رقمطراز ہیں:

''امام احمد رضا نے اکثر علوم وفنون اپنے والد ماجد علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ سے حاصل کئے۔ وہ علم ودانش کا بحرِ ذخار تھے۔ امام احمد رضا کے سینے میں علم وفضل کا سیلاب ادھر سے امنڈ کر آیا ہے'' (عشق ہی عشق ص: ۷ مطبوعہ کراچی)

خلفائے امام احمد رضا کے تعارف کے سلسلے میں کئی کتب ادارہ نے شائع کیں جن میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری کی مرتبہ خلفائے محدث بریلوی ''معروف ہے اس کے علاوہ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کی تالیف خلفۂ اعلیٰ حضرت انتہائی مفید ہے جس میں ۸۰ خلفائے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے حالات شائع کئے گئے ہیں''

اس سال پھر ادارۂ کی جانب سے انٹرنیشنل سالانہ کانفرنس کے انعقاد پر میں صدر ادارہ اور جملہ ارکان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں نیز امید کرتا ہوں کہ ادارۂ حیات رضا کے جدید گوشوں سے ہمیں مزید متعارف کرائیں گے خدا کرے ان کا قافلۂ فکر وعمل شاہراہ ترقی پر گامزن رہے اور رب کریم کا خصوصی فضل وکرم انکے شامل حال رہے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

شہدائے عید میلاد النبی ﷺ کو ہمارا سلام

خاک ہوجائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

قارئین کرام!

ہم ذیل میں ان شہدائے کرام رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی پیش کررہے ہیں جنہوں نے گذشتہ سال ۱۴۲۷/۲۰۰۶ء میں ۱۲ ربیع الاول شریف کے دن جلسۂ عید میلاد النبی، نشتر پارک کراچی میں عین درود و سلام پڑھتے ہوئے حالتِ نماز (تشہد) میں منکرین میلادِ مصطفی ﷺ کی طرف سے پھینکے ہوئے بم دھماکوں کی گونج میں آگ اور خون سے گذر کر جامہ شہادت نوش کیا اور سید عالم ﷺ کے نامِ نامی پر اپنی جانیں قربان کردی۔

آپ سے گذارش ہے کہ ان تمام شہدائے عید میلاد النبی ﷺ کے لئے سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھ کر سید الشہداء امام حسین عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے ایصال ثواب فرمائیں۔ (مدیر)

نمبر شمار	نام	ادارہ
01	شہید علامہ محمد مختار احمد قادری	دار العلوم امجدیہ
02	شہید حافظ احمد رضا اشرف قادری	جماعت اہلسنت
03	شہید حافظ محمد علی اشرف قادری	جماعت اہلسنت
04	شہید حافظ محمد شہزاد ڈاکٹر اشفاق	جماعت اہلسنت
05	شہید محمد انیس قادری	جماعت اہلسنت
06	شہید رفیق علی قادری	جماعت اہلسنت
07	شہید محمد عباس قادری	سنی تحریک
08	شہید محمد اکرم قادری	سنی تحریک
09	شہید محمد افتخار بھٹی	سنی تحریک
10	شہید ڈاکٹر عبد القدیر	سنی تحریک
11	شہید موسیٰ قادری	سنی تحریک
12	شہید محمد عمران قادری فقیر محمد	سنی تحریک
13	شہید حافظ محمد تقی	مرکزی جمعیت علماء پاکستان
14	شہید علامہ فرید الحسنین کاظمی	مرکزی جمعیت علماء پاکستان
15	شہید آصف حسین ضیائی	عالمی تنظیم اہلسنت
16	شہید پیر محمد پیرل	انجمن طلباء اسلام (مرکزی سیکریٹری جنرل ATI)
17	شہید فیصل ندیم مہدی خان	انجمن نوجوانان اسلام
18	شہید محمد فیضان	انجمن نوجوانان اسلام

19	شہید حاجی محمد حنیف بلو	تحریک عوام اہلسنت
20	شہید ذاکر حسین پٹھان	سندھ پیرامیڈیکل اسٹاف/مصطفائی تحریک
21	شہید محمد ہارون قادری	جمعیت علماء پاکستان (نورانی)
22	شہید عبدالغفور عطاری	دعوت اسلامی
23	شہید قاری حافظ جہانگیر عطاری	دعوت اسلامی
24	شہید رضوان علی عطاری	دعوت اسلامی
25	شہید گل زمین خان	مرکزی جماعت اہلسنت
26	شہید محمد ناصر انصاری	مرکزی جماعت اہلسنت
27	شہید علامہ سید کاشف علی اشرفی	دارالعلوم نعیمیہ
28	شہید مولانا شاہد محمود	دارالعلوم نعیمیہ
29	شہید مولانا حسین احمد	دارالعلوم نعیمیہ
30	شہید حافظ اختر نواز	دارالعلوم نعیمیہ
31	شہید پیر حسام الدین رحمانی پاشا	آستانہ عالیہ رحمانی
32	شہید حافظ نور محمد بروہی	دارالعلوم انوار القادریہ
33	شہید علامہ عبدالوحید بندیالوی	مہتمم دارالعلوم ضیائے مدینہ
34	شہید عبدالوہاب قادری	نامعلوم
35	شہید سجاد احمد نقشبندی	دربار عالیہ نیریاں شریف (آزاد کشمیر)
36	شہید حافظ ظہور الدین	دارلعلوم فیضان چشتیہ نعیمیہ
37	شہید علامہ وزیر احمد چشتی	تنظیم رابطہ علماء گلستان جوہر
38	شہید حافظ محمد واجد صاحبزادہ علامہ غلام مرتضی مہروی (کمسن طالبعلم)	تنظیم رابطہ علماء گلستان جوہر
39	شہید حاجی محمد فیصل	قادری کیوساؤنڈ
40	شہید اسد علی عاشق علی (کمسن طالبعلم)	کسی تنظیم سے تعلق نہیں رہا
41	شہید عبدالحمید	کسی تنظیم سے تعلق نہیں رہا
42	شہید ابرار حسین قریشی	کسی تنظیم سے تعلق نہیں رہا
43	شہید قاری یاسین	تحریک منہاج القرآن
44	شہید محمد آصف محمد انور	کسی تنظیم سے تعلق نہیں رہا
45	شہید سید انور حسین	کسی تنظیم سے تعلق نہیں رہا
46	شہید غلام علی کرم علی	کسی تنظیم سے تعلق نہیں رہا
47	شہید مشتاق احمد نور محمد	دربار عالیہ حق باہو

48	شہید مشتاق احمد غلام رسول	کسی تنظیم سے تعلق نہیں رہا
49	شہید محمد شاہد فیاض حسین	کسی تنظیم سے تعلق نہیں رہا
50	شہید عبدالوہاب قادری	کسی تنظیم سے تعلق نہیں رہا
51	حافظ محمد بروہی	کسی تنظیم سے تعلق نہیں رہا
52	ایک انسانی سر	

حکومت سندھ نے مختلف انسانی، عضاء اور گوشت کے لوتھڑے ایدھی ٹرسٹ کے یہاں رکھوادیئے ہیں۔ ایسے شہداء جن کے نام ملک کے ممتاز اخبارات نے شائع کیے۔

53	شہید محمد ہاشم	
54	شہید ڈاکٹر حسن	
55	شہید شاہد قریشی	
56	شہید محمد شکیل	
57	شہید مبین احمد	
58	شہید رمیز قادری	
59	شہید عبدالقادر	
60	شہید سید فضل	
61	شہید عاشق علی	
62	شہید حافظ لائق	
63	شہید نور احمد	
64	شہید عبدالمجید	
65	شہید عبدالشکور	
66	شہید محمد سعید	
67	شہید رحمت علی	
68	شہید خلیل الرحمان	
69	شہید انوار حسین	
70	شہید محمد آصف	
71	عثمان	
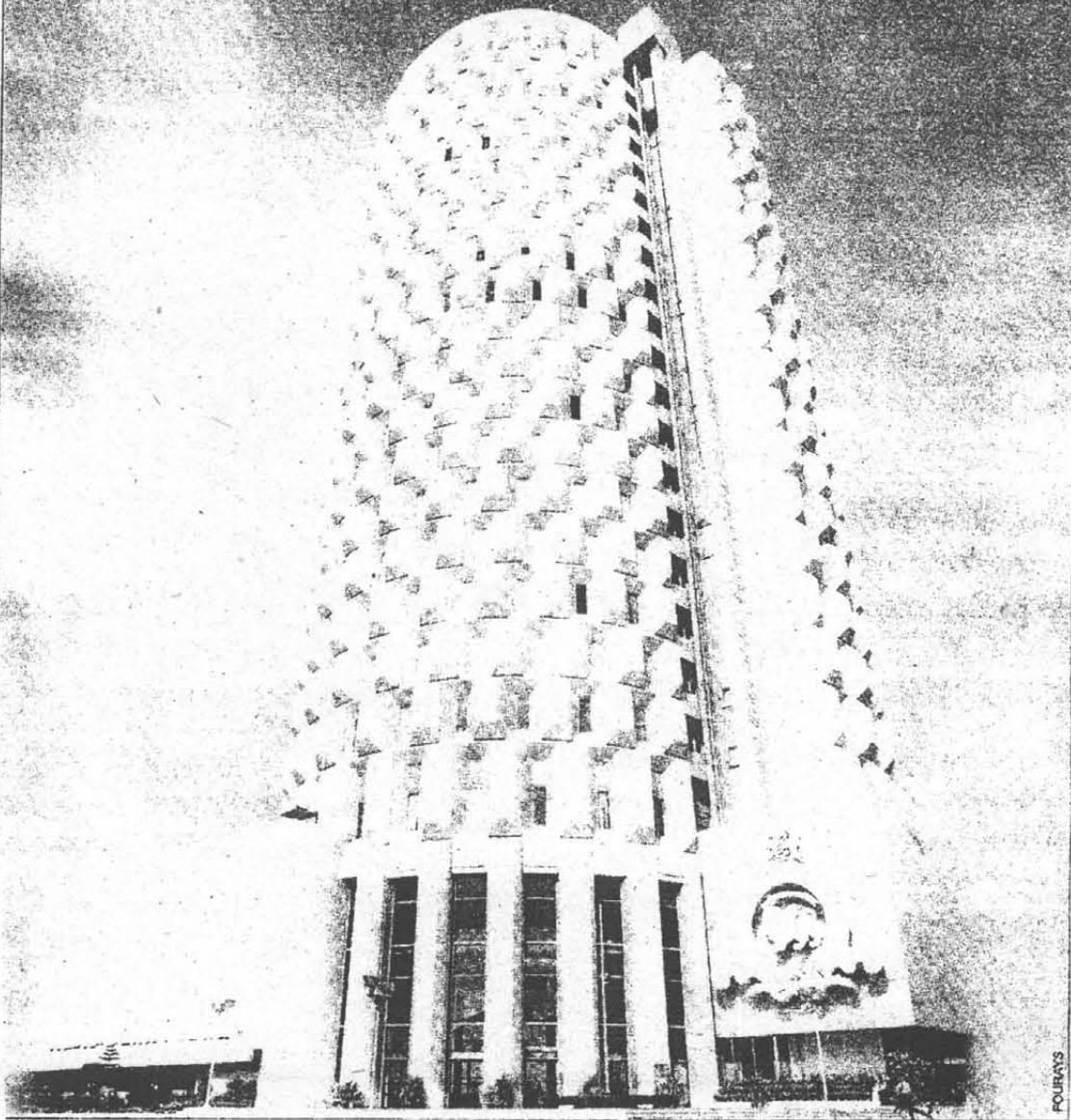
سید محمد ریاست علی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ بانی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
چند ملاقاتیں ...... چند خطوط

تحریر: سید محمد عبداللہ قادری

حضرت سید محمد ریاست علی قادری رضوی بریلوی بن حضرت سید محمد واحد رضوی بریلوی، ۲۷ جون ۱۹۳۲ء کو محلہ شاہ آباد بریلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۸ء میں ہجرت کر کے پاکستان آئے اور کراچی میں مقیم ہو گئے۔ آپ کو اُردو، انگریزی اور جرمن زبان پر عبور تھا۔

سلسلہ قادریہ میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ آپ کے والد ماجد، اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قادری کے مرید تھے۔

سید محمد ریاست علی قادری، ٹیلی فون انڈسٹریز آف پاکستان میں ملازم تھے دوران ملازمت پاکستان کے مختلف شہروں میں رہے۔ زندگی کے آخری دور میں تبادلہ ہو کر پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں آ گئے۔

۱۹۸۰ء میں میں آپ نے اعلیٰ حضرت کی یاد میں اور اُن کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔ قائم کیا۔

آپ کے ادارے سے پیشتر پاکستان میں تعلیماتِ رضا کو روشناس کروانے کے لئے معروف محقق ونقاد، سوانح نگار، مبصر، حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری بن حکیم فقیر محمد چشتی نظامی فخری نے ۱۹۶۸ء میں مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ لاہور قائم کی۔ چند مخلص دوستوں کے تعاون سے حکیم صاحب نے مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ لاہور کے ذریعہ بہت بڑا کام کیا جسے مدتوں تک یاد رکھا جائے گا۔

اس طرح کے پاکستان میں اور بھی ادارے اور مجلس قائم ہوئیں اور ہوتی رہیں گی۔ واہ کینٹ کے ایک صاحب دل نوجوان صوفی محمد یٰسین نقشبندی صاحب نے ''مجلس رضا واہ کینٹ'' قائم کی۔ انہوں نے مجلس رضا قائم کرنے کے لئے حکیم محمد موسیٰ امرتسری (۱۹۲۷ـ۱۹۹۹ء) سے اجازت طلب کی۔ اس سلسلہ میں میں نے بھی صوفی محمد یٰسین صاحب کی معاونت کی۔ انہیں حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام تعارفی رقعہ لکھ کر دیا۔ ''مجلس رضا واہ کینٹ'' نے پہلی بار کنزالایمان کے ترجمہ کے حواشی کو فٹ نوٹ میں شائع کیا۔ پھر اس طرز میں اور ناشرین نے بھی یہ کام شروع کر دیا اُس وقت کے صوفی محمد یٰسین نقشبندی، آج کل ہائی کورٹ کے کامیاب ایڈوکیٹ ہیں۔ ایک مرکزی مکتبۂ رضا بھی قائم کیا ہوا ہے۔

حضرت سید محمد ریاست علی قادری سے میری چند ملاقاتیں بھی ہوئی ہیں اور میرے نام خطوط بھی ہیں کیوں کہ اُن کے اور میرے والد ماجد محقق ونقاد سید نور محمد قادری (۱۹۲۵ـ۱۹۹۶ء) چک ۱۵ شمالی ضلع منڈی بہاء الدین سے گہرے علمی روابط تھے۔ ان سب لوگوں میں بڑا حوالہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات تھی۔ سید ریاست علی قادری نے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (اسلام آباد آفس) کے ذریعہ بہت سا کام کیا انہیں بہت سے اچھے لکھنے والے اور بولنے والے میسر آئے۔ شاندار طریقہ سے امام احمد رضا کانفرنس ہر سال منائی جاتی تھی۔

سید محمد ریاست علی قادری (ولادت جون ۱۹۳۲ء) ۳ رجنوری ۱۹۹۲ء کو اسلام آباد میں حرکت قلب بند ہونے سے خالق حقیقی سے جا ملے، اناللہ وانا الیہ راجعون، کراچی میں دفن ہوئے۔

میں سید محمد عبداللہ قادری بن سید نور محمد قادری بن حافظ مولوی سید محمد عبداللہ شاہ قادری بن مولوی سید محمد چراغ شاہ سیالکوٹی۔ ۱۰ را کتوبر ۱۹۵۶ء کو چک ۱۵ شمالی، ضلع منڈی بہاء الدین گجرات میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی ۱۹۷۶ء میں ایف اے کیا۔ اسی سال پاکستان ملٹری اکاؤنٹ ڈیپارٹمنٹ میں ملازم ہو گیا۔ ۵ ستمبر ۱۹۸۱ء کو اپنے خاندان کے روحانی پیشوا حضرت قاضی سلطان محمود قادری آوان شریف ضلع گجرات (م ۱۹۱۹ء) کے سجادہ نشین و برادر زادہ حضرت صاحبزادہ قاضی محبوب عالم قادری (م ۷ دسمبر ۱۹۸۲ء) کے ہاتھ پر سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوا۔

علم وادب سے شغف مجھے ورثہ میں ملا۔ والد ماجد سے بہت کچھ سیکھا۔ ستمبر ۱۹۸۱ تا نومبر ۱۹۸۳ء مجھے حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی نظامی فخری قادری کے ہاں رہنے کا موقع ملا۔ اُن سے بہت کچھ ملا ان کے ساتھ ہی ابوالطاہر فدا حسین فدؔا لاہوری نے بھی بہت سی علمی نوازشات کیں۔ قیام لاہور کے دوران بہت ادباء، شعراء محققین، صوفیاء سے ملاقاتیں ہوئیں کیونکہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مطب اہل علم و دانش کی آماجگاہ تھی وہاں ہر قسم کے طالبان حق آتے حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُسکی پیاس بجھاتے۔ میرا اسادات بخارا سے تعلق ہے میرے آباء واجداد آج سے تقریباً تین سو سال قبل بخارا سے ہجرت کر کے بوکن گجرات میں آباد ہوئے۔

میری چند تصانیف یہ ہیں:

(۱) حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ ایک ادارہ، ایک تحریک۔ گنج بخش اکیڈمی لاہور ۱۹۹۱ء۔

(۲) طارق سلطانپوری۔ ماہنامہ رزم نو گجرات جون جولائی ۲۰۰۲ء۔

(۳) مبلغ تحریک پاکستان، مولانا محمد بخش مسلم اے بی۔ رضا اکیڈمی لاہور ۲۰۰۳ء۔

(۴) ادیب گوہر افشاں سید نور محمد قادری (کتابیات) زیر طبع۔

میرے مقالات ومضامین مختلف جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ میرے دو بیٹے ہیں۔ سید محمد مسعود عبداللہ قادری (پ ۲۵ جولائی ۱۹۸۶ء) سیّد محمد نور عبداللہ بخاری (پ یکم جون ۲۰۰۰ء)۔

حضرت سید محمد ریاست علی قادری کے چند خطوط اور یادگار ملاقاتوں کو مرتب کیا ہے، شاید قارئین کے لئے مفید ثابت ہوسکیں: (سید محمد عبداللہ قادری)

۲۳۔ جنوری ۱۹۸۵ء

حسب معمول صبح سویرے اُٹھا۔ نماز فجر ادا کی۔ ناشتہ تیار کیا۔ دفتر پہنچا۔ (میں سی او ایف اے واہ کینٹ میں بطور سینئر اڈیٹر کام کر رہا ہوں) جناب سیّد آل نبی تابش۔ ڈپٹی اسسٹنٹ سی او ایف اے واہ کینٹ سے ملاقات کی۔ اُن سے بغرض مطالعہ ''مقصود کائنات'' از مولانا محمد ایوب دہلوی، مستعار لی۔ چھٹی کے وقت گھر پہونچا۔ تو آج کی ڈاک میں حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی نظامی فخری بن فخر الاطباء حکیم فقیر محمد چشتی نظامی کا لاہور سے مکتوب شریف موصول ہوا۔ جس میں تحریر تھا کہ آج ساڑھے تین بجے اسلام آباد ہوٹل، اسلام آباد میں ''امام احمد رضا کانفرنس'' ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا رجسٹرڈ کراچی کی جانب سے منائی جارہی ہے۔ آپ اُس میں شرکت فرما کر ہماری نمائندگی کریں۔

اپنے کرم فرما میاں محمد اشرف چغتائی ولد میاں غلام حسین چغتائی سے ایک سو روپیہ مستعار لیا۔ گھر آیا۔ بذریعہ ویگن راولپنڈی سے ہوتا ہوا اسلام آباد پہونچا ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے بانی سید ریاست علی قادری رضوی بریلوی سے ملاقات کی۔ انہیں والد مکرم سید نور محمد قادری ولد حافظ سید محمد عبداللہ شاہ قادری بن مولوی سید محمد چراغ شاہ سیالکوئی، کی تصنیف، ''سید احمد بریلوی کے کفسانۂ جہاد کی حقیقت'' پیش کی۔

کانفرنس میں ہی۔ شیخ الادب ڈاکٹر پیر محمد حسن۔ ایم، اے۔ پی، ایچ، ڈی۔ جناب محمد ابرار حسین، جناب بشیر حسین ناظم سے بھی ملاقات ہوئی۔ ان حضرات سے آٹوگراف بھی لئے۔ جناب بشیر حسین ناظم کو بھی، سید نور محمد قادری مدظلہٗ کی تالیف ''حقیقت'' پیش کی۔

شیخ الادب ڈاکٹر پیر محمد حسن ایم، اے۔ پی، ایچ، ڈی۔ سے ملاقات رہی۔ فرمانے لگے میں اسلئے کانفرنس میں شریک ہوا ہوں کہ میری وجہ سے کانفرنس میں کمی نہ رہ جائے۔ کانفرنس، میں مولانا محمد فیض علی فیضی صاحب بھی تھے۔

شیخ الادب ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب فرمانے لگے آپ مولانا فیض صاحب کو جانتے ہیں آپ کو یہ بھی علم ہے کہ اس وقت مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ لاہور کے ذریعہ جتنا کام حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی نظامی فخری قادری کررہے ہیں۔ اُسکا کوئی بدل نہیں۔

ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب اور حکیم محمد موسیٰ امرتسری، حضرت مولانا محمد عالم آسی امرتسری کے شاگرد تھے۔

امام احمد رضا کانفرنس، میں ڈاکٹر مطلوب حسین، جناب کرم حیدری صاحب نے مقالے پڑھے۔ کانفرنس شام ۶ بجے ختم ہوئی۔ رات ۸ بجے واہ کینٹ واپس پہنچا۔

۲۷ مارچ ۱۹۸۹ء

سویرے اُٹھا۔ نماز فجر ادا کی۔ ناشتہ کرنے کے بعد دفتر پہنچا۔ دن بھر وہیں گذر گیا۔ جناب محمد یٰسین نقشبندی صاحب سے ملاقات کی۔

حاجی زمرد صاحب کو ماہ نامہ نعت لاہور کا شمارہ دسمبر ۱۹۸۸ء ''گستاخ رسول کی سزا قتل ہے'' از سید احمد سعید کاظمی ملتان اور ''میلاد شریف اور علامہ اقبال'' از سید نور محمد قادری تحفۃً دیں۔

محترم جناب سید محمد ریاست علی قادری رضوی بریلوی کو اسلام آباد ٹیلی فون کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب صدر نشین مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، فرماتے ہیں کہ سیّد نور محمد قادری صاحب کی کتاب پر عید الفطر کے بعد تبصرہ وغیرہ کروں گا۔

۱۰ جولائی ۱۹۸۹ء

دفتر گیا، کام میں وقت گذر گیا۔ جناب محمد یٰسین صاحب (بانی مجلس رضا واہ کینٹ، مکتبۂ رضا رجسٹرڈ واہ کینٹ) سے ملاقات کی۔ آج اسلام آباد جانے کا پروگرام بنا۔

سوا چار بجے۔ جناب محمد یٰسین صاحب نقشبندی۔ شریف لائے اُن کے ساتھ، سید محمد ریاست علی قادری مدظلہٗ سے ملاقات کے لئے، اسلام آباد گئے۔ چند گھنٹے ملاقات رہی جو بڑی مفید تھی۔ نماز مغرب، سید محمد ریاست علی قادری رضوی صاحب کے ہاں ادا کی امامت کے فرائض، جناب محمد یٰسین نقشبندی نے ادا کئے۔

سید محمد ریاست علی قادری رضوی، میرے والد مکرم سید نور محمد قادری، کے مضمون، دو قومی نظریہ کے دو عظیم مبلغ کو کتابی شکل میں شائع کروانا چاہتے ہیں۔

میں (سیّد محمد عبداللہ قادری بن سید نور محمد قادری) نے، سید ریاست علی قادری صاحب سے کہا کہ ''دو قومی نظریہ کے دو عظیم مبلغ'' کے شروع میں دو صفحے، ڈاکٹر جمیل جالبی سے اور کچھ، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد سے لکھوالیں۔

سید محمد ریاست علی قادری صاحب سے اجازت چاہی تو انہوں نے چند علمی تحائف دیئے، تمہید ایمان، از مولانا احمد رضا خاں بریلوی، انگلش ترجمہ۔ وظائف اور شمس بریلوی صاحب کا تعارف، کے ۲ نسخے دیئے۔ جو ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے شائع کئے ہیں۔

جناب محمد یٰسین نقشبندی اور میں دونوں رات ۱۰۔۹/ واہ کینٹ پہنچا۔ موٹر سائیکل پر اسلام آباد گئے تھے۔

۲۶۔ اگست ۱۹۸۹ء

دفتر گیا، خطیب مرکزی جامع مسجد واہ کینٹ قاضی عبدالوحید سعیدی (قاضی صاحب، حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی ملتان سے فیض یاب ہیں) سے فون پر بات ہوئی انہوں نے بتایا کہ ابھی تک ڈاکٹر علی طاہر سے رابطہ نہیں ہوسکا۔ کیونکہ اُنہوں نے قاضی عبدالوحید سعیدی صاحب کی وساطت سے والد مکرم سید نور محمد قادری، (مصنف، اقبال کا آخری معرکہ، اقبال کے دینی اور سیاسی افکار، میلاد شریف اور علامہ اقبال، اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر، اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت، اردو کی بہترین نعتیہ غزلیں وغیرہ) کا میڈیکل چیک اپ کروانا تھا۔

جناب سید محمد ریاست علی قادری رضوی صاحب کو اسلام آباد میں فون کر کے بتایا کہ۔ میرے والد ماجد سید نور محمد قادری، چک ۱۵ شمالی تحصیل پھالیہ ضلع گجرات سے واہ کینٹ تشریف لائے ہیں۔ وہ آپ سے ملاقات کی غرض سے اسلام آباد آنا چاہتے ہیں۔ سید صاحب نے جواباً اطلاع دی کہ میں آپ کو بتادوں گا کہ کب آئیں۔

۱۶۔ نومبر ۱۹۸۹ء

دفتر گیا۔ سارا دن وہیں گزر گیا، دن کو جناب محمد یٰسین نقشبندی صاحب تشریف لائے انہوں نے بتایا کہ میں اسلام آباد گیا وہاں جناب سید محمد ریاست علی قادری صاحب سے ملاقات ہوئی۔

سید محمد ریاست علی قادری صاحب نے مزید بتایا کہ مالی حالات کچھ اچھے نہیں ہیں۔ اس دفعہ، امام احمد رضا کانفرنس بھی نہیں کرواسکے۔ سید نور محمد قادری صاحب والی کتاب بھی جلد شائع کریں گے۔

۱۶۔ مارچ۔ ۱۹۹۰ء

۱۸۔ شعبان المعظم۔ ۱۴۱۰ھ

آج جمعۃ المبارک ہے۔ ہفتہ وار تعطیل ہے۔ واہ کینٹ سے اسلام آباد گیا۔ ۹ بجے کے قریب اسلام آباد میں سید محمد ریاست علی قادری رضوی مکان نمبر ۴۴۳/۴ ڈی گلی نمبر ۱۳۸ ایف ۶/۱ (اسلام آباد) پہنچا۔ دیر تک، سید محمد ریاست علی قادری صاحب کے ہاں بیٹھا رہا۔ اُن سے بہت سی باتیں ہوئیں۔ وہ علمی، ادبی، دینی علوم سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔

دوران گفتگو فرمانے لگے۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار

خان نیازی جناب محمد حنیف طیب وغیرہ آپس میں اکٹھا ہونے کے صلاح مشورے ہو رہے ہیں۔ کیونکہ جمعیت علمائے پاکستان دو حصوں میں بٹ گئی ہے، جے یو پی، حضرت الشاہ احمد نورانی صدیقی اور جے یو پی حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی۔ جناب سید محمد ریاست علی قادری رضوی بریلوی نے مجھے چند علمی تحائف سے نوازا۔

مجلہ ۱۹۸۹ء ۔ از ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا رجسٹرڈ کراچی۔

الدعوۃ الی الفکر۔ از محمد منشا تابش قصوری۔ رضا اکیڈمی لاہور۔

Economic Guidelines For Muslims از امام احمد رضا خاں۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی معارف رضا ۱۹۸۹ء شمارہ نہم۔

آئینۂ رضویات از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

The Saviour اور The Revolving Sun and the Static Earth از امام احمد رضا خان۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

اسلام آباد سے واپسی پر راولپنڈی صدر پہنچا۔ پرانی کتب دیکھیں۔ جو فٹ پاتھوں پر بکتی ہیں۔ کوہ نور راولپنڈی میں اپنے دیرینہ دوست اللہ دتہ ولد لال خان سے ملاقات کی۔ جو میرے چک ۱۵ شمالی ضلع گجرات کے ہیں۔

۳۔ جنوری ۱۹۹۲ء ۔ ۲۷ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ:

آج جمعۃ المبارک ہے اور عام تعطیل ہے۔ صبح ۹ بجے کے قریب۔ حضرت سیّد رضی الدین نظامی صاحب مدظلہٗ کی زیارت کے لئے۔ انھیں ایک سو روپیہ بطور نذر پیش کیا۔ جو حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری (بانی مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ لاہور) نے روانہ کیا تھا۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی کے بانی سید ریاست علی قادری حرکت قلب بند ہونے سے اسلام آباد میں انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر سفیر اختر (اختر راہی) ایم، اے۔ پی، ایچ، ڈی۔ لوسر شرفو واہ کینٹ کو ملنے اُن کے گھر گیا۔

اُن سے ملاقات کا یہ سلسلہ ۱۹۷۶ء سے جاری ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو سید صابر حسین شاہ بخاری قادری برہان اٹک کی تالیف۔ تذکرہ باب علوم رئیس العلماء غلام محمود ہزاروی، مطبوعہ لاہور، نومبر ۱۹۹۱ء پیش کی۔

حضرت مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ کے چند خطوط:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اسلام آباد

۱۵۔ مارچ ۱۹۸۹ء

محترم جناب سیّد محمد عبداللہ قادری صاحب

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط مل گیا تھا معہ مضمون ''دارالمصنفین اعظم گڑھ'' جو کراچی بھجوادیا ہے تاکہ معارف رضا میں شائع ہو جائے ۱۲ صفحات پر مشتمل علامہ سید نور محمد قادری صاحب مدظلہٗ کے متعلق مضمون موصول ہو گیا۔ انشاء اللہ کتابت شروع کروادی جائے گی۔

''نظام اردو اور نظم اُردو'' کی فوٹو سٹیٹ کا پیاں اور ''اقبال کا آخری معرکہ'' ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب کو پہنچادی ہیں وہ بہت شکر گزار ہیں۔

ایک خط علامہ صاحب (سید نور محمد قادری) کو بھی آج ہی گجرات روانہ کر رہا ہوں۔

باقی ہر طرح سے خیریت ہے

فقط والسلام

سید ریاست علی قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اسلام آباد

۲۴۔ مارچ، ۱۹۹۰ء

محترم جناب سید محمد عبداللہ قادری صاحب

سلام مسنون!

بفضلہٖ تعالیٰ بخیریت ہوں۔ نوازش نامہ موصول ہوا۔ مسودہ اور کتابت دونوں آپ کو بھیج رہا ہوں۔ بہتر ہوگا کہ کاپیاں واہ میں کسی سے جڑوالی جائیں تا کہ لاہور میں پرنٹنگ ہو سکے۔

ٹائیٹل پر" بعاون ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا" کسی جگہ لکھوا دیا جائے۔ ۱۰۰ سو کتابیں ادارہ کو بھیج دی جائیں تا کہ ادارہ اس کتاب کو مختلف اداروں اور دانشوروں کو مفت پیش کر سکے۔ مقدمہ بھی کسی سے لکھوالیا جائے۔ کوشش کروں گا کہ چار صفحات کا مقدمہ جناب بشیر حسین ناظم صاحب لکھ دیں۔ جو میں ڈائریکٹ ظہور الدین صاحب کو جلد بھجوادوں گا۔

ظہور الدین خاں صاحب (جنرل سیکرٹری مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ لاہور) کو لکھیں کہ مجھے "قطب مدینہ" کتاب بھیج دیں۔ شکریہ

فقط والسلام

سید ریاست علی قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ITIAR-23/93

7-اپریل 1990ء

عزیز گرامی قدر سیّد محمد عبداللہ قادری دامت برکاتہم

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مکتوب عالی صادر ہو کر موجب صد مسرت ہوا۔ گذشتہ عید الفطر آپ کو بھی مبارک ہو۔

جناب کی تشریف آوری احقر کے لئے باعث صد سعادت و فرحت ہوگی تشریف لانے سے قبل ٹیلی فون پر رابطہ کر لیں تو ملاقات نہ ہو سکنے کا خطرہ نہ رہے گا ویسے عصر اور مغرب کے درمیان کے اوقات میں۔ یہاں پہنچنے کا آسان پتہ یہ ہے۔

چائنا چوک سے سپر مارکیٹ کی جانب جائیں تو بائیں ہاتھ پر۔ پٹرول پمپ سے قبل سٹریٹ نمبر 38 میں داخل ہوں تو دائیں ہاتھ پر پہلا مکان ہے جس پر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کا بورڈ بھی آویزاں ہے۔

باقی انشاء اللہ ملاقات پر

دعاؤں کا متمنی

والسلام

احقر سید محمد ریاست علی

قادری

"آٹو گراف"

امام احمد رضا کانفرنس، اسلام آباد

۲۳، جنوری ۱۹۸۵ء

اس کانفرنس میں، میں (سید محمد عبداللہ قادری بن سیّد نور محمد قادری) بھی شامل تھا۔ وہیں میں نے شرکاء کانفرنس سے آٹوگراف بھی حاصل کئے۔ ملاحظہ فرمائیں:

سیّد محمد ریاست علی قادری، بانی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی۔

"اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی محبت عطا فرمائے آمین!"

ڈاکٹر محمد ابرار حسین، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

"اللہ تعالیٰ آپ کو دین اسلام اور اپنے مسلک کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے!"

شیخ الادب ڈاکٹر میر محمد حسن۔ ایم، اے۔ پی، ایچ، ڈی۔

"خذ ما صفا دع ما کدر پاک وصاف چیز کو لیں اور مکدر کو چھوڑ دیں"

جناب بشیر حسین ناظم، اسلام آباد۔

ہر کہ حُبِّ مصطفیٰ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشہ دامانِ اوست

"آٹو گراف"

امام احمد رضا کانفرنس، اسلام آباد ۱۰، ۱۱ اکتوبر ۱۹۸۸ء

اس کانفرنس میں لئے گئے آٹوگراف:

مولانا کوثر نیازی (حیات محمد خان)

"مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"

علامہ عبدالستار ھمدانی مصروف برکاتی نوری مُدَّ ظِلُّہُ تعالیٰ

ایک مختصر تعارف

از: ندیم احمد قادری نورانی

حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی معروف برکاتی نوری مدظلہ العالی ایک جید ممتاز و معروف عالم دین، ایک منجھے ہوئے مُصنّف، مسلک رضا کے عظیم علم بردار سپاہی ہیں۔ آپ مرکزِ اہلسنت برکاتِ رضا(پور بندر گجرات انڈیا) کے روح رواں ہیں۔ آپ کی تصانیفِ جلیلہ بڑے تحقیقی و علمی مضامین پر مشتمل ہوتی ہیں، بدعقیدہ مکاتیبِ فکر کے لئے تو گویا شمشیرِ بے نیام ہیں۔ آپ کی کتب میں سے جو پہلی کتاب میرے زیرِ مطالعہ آئی وہ ''کہی اَن کہی'' ہے۔ اس کتاب میں آپ نے بڑے عمدہ اور مُدلّل طریقے سے اس الزام کی تردید کی ہے کہ مولوی اشرفعلی تھانوی اور حضرت مجدّدِ دین وملّت عظیم البرکت رفیع المرتبت، پروانۂ شمعِ رسالت امامِ اہلسنت الشاہ احمد رضا خان محدثِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وَ اَرْضَاہُ عنّا نے ایک ہی مدرسے میں ایک ساتھ پڑھا ہے۔ آپ نے یہ ثابت کیا کہ جس وقت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مفتی بن چکے تھے اس وقت مولوی اشرفعلی تھانوی کی عمر صرف پانچ سال کی تھی۔ علامہ عبدالستار ہمدانی مدظلہ العالی نہ صرف خود قلمی جہاد کررہے ہیں بلکہ دیگر علمائے حق کی تصانیف وتالیفات کی اشاعت میں بھی پیش پیش ہیں۔ ابھی حال ہی (اکتوبر ۲۰۰۶ر اور جنوری ۲۰۰۷) میں اُنہوں نے مرکزِ اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات انڈیا سے مندرجہ ذیل کم یاب ونایاب کتب شائع فرما کر کراچی میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کو بھیجی ہیں:

(۱) مردانِ عرب حصہ اول ودوم از علامہ عبدالستار ہمدانی،

(۲) برکاتی قاعدہ یسّرنا القرآن از علامہ عبدالستار ہمدانی،

(۳) ذوق نعت، نعتیہ دیوان، علامہ حسن رضا خان،

(۴) سَعَادَۃُ الدَّارَیْن (عربی) از: القاضی الشیخ یوسف بن اسمٰعیل النبھانی۔

(۵) رَوْضَاتُ الْجَنَّاتِ (عربی) از: امام حافظ مزلی ابی الھدیٰ محمد الباقر بن محمد عبدالکبیر الحسنی الکتانی،

(۶) شَوَاھِدُ الْحَقِّ (عربی) از: القاضی الشیخ یوسف بن اسمٰعیل النبھانی۔

(۷) اَلتَّوَسُّل وبالنبی (عربی) از: علامہ محمد محمود ولد محمد الامین۔

(۸) تَنْبِیْہُ الْغَافِلِیْنَ (عربی) از: اما الشیخ نصر بن محمد بن ابراہیم ثمرقندی۔

(۹) مُحَبَّۃُ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (عربی) از: علامہ صالح احمد الشافی۔

(۱۰) اَلدُّرَّۃُ الثَّمِیْنَۃُ (عربی) از: امام حافظ ابی عبداللہ محمد بن محمود النجار البغدادی۔

(۱۱) سیرت مصطفیٰ جانِ رحمت (افاداتِ اعلیٰ حضرت) مرتب: مولانا محمد عیسیٰ رضوی قادری۔ (چار جلدیں)

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے مذکورہ بالا کتب موصول کرکے پاکستان کی مختلف لائبریریوں میں ان کی تقسیم شروع کردی ہے اور تادمِ تحریر تقسیم کا یہ عمل جاری ہے۔ ان کتب کی چھپائی اس قدر دیدہ زیب ودل کش

ہے کہ دل مائل بہ مطالعہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آپ کی تصنیف فنِ شاعری اور حسان الھند جو کہ حدائق بخشش پر ایک منفرد علمی و تحقیقی شاہکار ہے جب ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے شائع کی تو ہاتھوں ہاتھ لی گئی یہاں تک کہ خود ادارۂ ھٰذا میں صرف اپنے ریکارڈ کے علاوہ یہ کتاب موجود نہیں ہے اور اب بھی اس کتاب کی مانگ بذریعہ خطوط ہمیں موصول ہوتی رہتی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف اعلیٰ حضرت کی شاعری کی فنی خصوصیات بلکہ فنِ شاعری پر ایک اچھی کاوش ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمٰن کے پیر و مرشد حضور خاتم والاً کابر سیدنا شاہ آلِ رسول احمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتے اور آپ علامہ عبدالستار ہمدانی کے پیرزادے حضرت علامہ مولانا آلِ رسول حسنین میاں نظمی مارہروی مدّ ظلّہ العالی نے "فنِ شاعری اور حسان الھند" کی ستائش کی ہے۔

راقم الحروف کے آقائے نعمت و پیر و مرشد، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی کے فرزند ارجمند قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ الحافظ القاری الشاہ احمد نورانی صدیقی علیہم رحمۃ الرحمٰن نے اپنے دولت کدے (صدر کراچی) کی ایک نشست میں فرمایا تھا، "حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پورے رمضان المبارک میں ۶۱ قرآن مجید ختم فرمایا کرتے تھے یہ اُن کے وقت میں برکت تھی۔ جتنا زیادہ تقویٰ ہوگا اتنی ہی زیادہ وقت میں برکت ہوتی ہے۔" علامہ عبدالستار ہمدانی صاحب پیشے کے اعتبار سے ایک تاجر ہیں اور ایک تاجر کے لئے کسی اور کام کے لئے وقت نکالنا کتنا مشکل ہوتا ہے یہ ہر شخص جانتا ہے۔ مولانا ہمدانی صاحب کا تجارت کے پیشے سے منسلک ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا اپنی تصانیف جلیلہ کے ذریعہ ایسے بیش بہا موتی بکھیرنا ظاہر کرتا ہے کہ اُن کے وقت میں بڑی برکت ہے اور وقت میں برکت ہونا اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ بڑے صاحبِ تقویٰ و باعمل شخصیت ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب، لبیب، ہمارے ملجا و ماویٰ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ عمرِ طویل عطا فرمائے اور تاحیات مسلک حقہ اہلسنت و جماعت کی خدمت کرنے کی توفیق رفیق بخشے آمین۔ بجاہ النبی الامبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔

****

محترم ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کی زیرِ نگرانی جناب عارف علی خان صاحب نے روہیل کھنڈ یونیورسٹی (انڈیا) میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان علیہما الرحمۃ کی اردو نثر پر پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے اپلائی کردیا ہے۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے صدر مولانا سید وجاہت رسول قادری اور جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری اور دیگر اراکین جناب عارف علی خان صاحب کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں۔

on

IMAM AHMED RAZA CONFERENCE

HAJI HANIF JANOO

M/S.HAJI RAZAK HAJI HABIB JANOO

5/146, Near Adam Masjid, Thafia Lane, Jodia Bazar,
P.O.Box # 4202, Karachi, PAKISTAN

علیہ الرحمة

المتوفی

۱۳۴۰ھ

تشرف بخدمته

محمد اسلم رضا القادری